کیا ہے

غزوۂ ہند کی حقیقت؟

(علماء و اسکالرس کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ)

مرتب

ڈاکٹر حفیظ الرحمن

khusro foundation

خسرو فاؤنڈیشن

نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۴

اشاعت: اول
۲۰۲۴ء
تعداد: 500

نام کتاب:
کیا ہے غزوۂ ہند کی حقیقت؟

مرتب:
ڈاکٹر حفیظ الرحمن
کنوینر خسرو فاؤنڈیشن

پبلشر:
خسرو فاؤنڈیشن

رابطہ پبلشر:
خسرو فاؤنڈیشن
ڈی-319، ڈیفنس کالونی
نئی دہلی-110024
+91-11-47091095

سرورق: سلام الدین خان
طباعت و ملنے کا پتہ:
عبارت پبلی کیشن، نئی دہلی
رابطہ: 9015698045
میل: ibaratpub@gmail.com

جملہ حقوق خسرو فاؤنڈیشن محفوظ ہیں
© All Rights Reserved

Khusro Foundation
D-319 ,Defence Colony, New Delhi-110024
www.khusrofoundation.org
khusrofoundation.del@gmail.com

+91-9318431341
Khusrofounda
Khusro foundation
Khusro_foundation
Khusrofoundation

فہرست

پیش لفظ	ڈاکٹر حفیظ الرحمن	5
غزوۂ ہند کی روایت کا جائزہ	محمد فاروق خان (ترجمہ: محمد ذکوان ندوی)	7
غزوۂ ہند: ایک تجزیاتی مطالعہ	اے۔ فیض الرحمن	21
حدیث غزوۃ الہند اور اس کا مصداق	وارث مظہری	35
غزوۂ ہند سے متعلق روایات قرآنی تناظر میں	مفتی محمد اطہر شمسی	45
غزوۂ ہند نظریے کو مسترد کردیں	مولانا کلب رشید رضوی	49
غزوۂ ہند کا انتظار کس کو ہے؟	عبدالمعید ازہری	53
غزوۂ ہند ایک غلط نظریہ	ڈاکٹر روچیکا اروڑہ	59
ہندوستان میں غزوۂ ہند کا پروپیگنڈہ	ڈاکٹر حفیظ الرحمن	67
خسرو فاؤنڈیشن: ایک نئی پہل		75

© All Rights Reserved to Khusro Foundation

First Published in India by
KHUSRO FOUNDATION
D-319, Defence Colony, New Delhi-110024
+91-11-47091095
www.khusrofoundation.org
khusrofoundation.del@gmail.com

The views and opinions expressed in this book are the author's own and the fact are as reported by them and the publishers are not in any way liable for the same

Khusro Foundation
Asserts the moral right to be identified the Publisher of this book

All rights reserved. No part of this publication may be reproduced , stored in a retrieval system or transmitted in any form or by any means, electronic, mechanical, photocopying, recording or otherwise, without the prior permission of the publisher .

Typeset Setting 16x24scale at
Ibarat Publication

Printed and Bound at
Global Trading Company

پیش لفظ

’’کیا ہے غزوہ ہند کی حقیقت‘‘ کو ترتیب دینے کا مقصد انتہا پسند تنظیموں کی طرف سے سیاسی سرپرستی میں اسلام کے نام پر گڑھے گئے فرضی افسانے غزوۂ ہند کی حقیقت کو سامنے لانا ہے تاکہ آئندہ کسی حدیث یا اسلامی تعلیمات کا غلط استعمال کر کے کوئی بھی تنظیم یا تحریک ہمارے نوجوانوں کو اپنے سیاسی عزائم کے لیے استعمال نہ کر سکے اور اس طرح ایک امن پسند مذہب کی تعلیمات کو مسخ ہونے سے روکا جا سکے۔ گزشتہ 50 سالوں کے بیچ انتہا پسند تنظیموں نے اس پروپیگنڈہ کو پھیلانے اور مسلم نوجوانوں کو جہاد کے نام پر گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے جس کے نتیجے میں خود ہندوستانی مسلمانوں کو ہی زیادہ نقصان پہنچا ہے۔

لہٰذا اب وقت آ گیا ہے کہ اس طرح کی بے بنیاد باتوں کی اجتماعی طور پر نفی کر کے اس کی حقیقت کو بے نقاب کیا جائے اور نوجوان نسل کو مستقبل شناسی کی طرف متوجہ کیا جائے۔ زیر نظر کتاب میں جو مضامین ہیں وہ اپنی نوعیت کے منفرد اور تحقیقی مضامین شامل ہیں جن میں مضبوط دلائل کے ساتھ اپنی بات کو پیش کیا گیا ہے۔ جس میں پہلا مضمون محمد فاروق خان و مولانا ذکوان ندوی صاحبان کا ہے جس میں غزوہ ہند سے متعلق احادیث کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا تحقیقی مضمون انجینئر اے فیض الرحمن صاحب کا ہے جس میں معاصر اسلامک لٹریچر کی روشنی میں حالات

حاضرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ان احادیث کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ تیسرے مضمون میں ڈاکٹر وارث مظہری صاحب نے غزوہ ہند کے تصور پر تحقیقی روشنی ڈالی ہے۔ چوتھے مضمون میں مفتی اطہر شمسی صاحب نے ان احادیث کو قرآنی نظریے کی بنیاد پر پرکھنے کی بات کی ہے تو وہیں پانچویں مضمون میں معروف شیعہ عالم دین مولانا کلب رشید رضوی صاحب نے غزوہ ہند کے حوالے سے اہل تشیع کی کتب حدیث میں ایسی کسی بھی حدیث کی موجودگی سے انکار کیا ہے۔ چھٹا مضمون عبدالمعید ازہری صاحب کا ہے جنہوں نے علماء ازہر کے حوالے سے اپنا موقف بیان کیا ہے اور ساتویں مضمون میں ڈاکٹر روچیکا اروڑا صاحبہ نے اپنے مطالعے اور مشاہدے دونوں کی روشنی میں غزوہ ہند کے عقلی ثبوت سے انکار کیا ہے اور میڈیا میں اس کے غلط پروپیگنڈہ پر روشنی ڈالی ہے۔ آخری مضمون راقم الحروف کا ہے جس میں غزوہ ہند کے ثبوت میں پیش کی جانے والی احادیث کا تجزیہ کرتے ہوئے اسلامی اسکالرس کی رائے کی روشنی میں غزوہ ہند کے نظریے کا جائزہ لیا گیا ہے۔

مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ مختصر مگر جامع کتاب ہمارے وطن عزیز ہندوستان کی انتظامیہ، میڈیا، ملکی اور مذہبی تنظیموں، مختلف اداروں اور ہمارے نوجوانوں کو اس سلسلے میں صحیح رائے قائم کرنے اور غلط پروپیگنڈہ کو مسترد کرنے میں مددگار ثابت ہوگی جو ہماری سانجھی وراثت اور قومی ہم آہنگی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اس لئے کہ کوئی بھی ترقی بنا امن کے ممکن نہیں ہے۔ خسرو فاؤنڈیشن کسی بھی طرح کے غلط نظریہ کو مسترد کرنے اور مثبت نظریے کو سامنے لانے کے لیے پُرعزم ہے۔

ڈاکٹر حفیظ الرحمن

کنوینر، خسرو فاؤنڈیشن، نئی دہلی

محمد فاروق خان

ترتیب و تلخیص: محمد ذکوان ندوی

'غزوۂ ہند' کی روایات کا جائزہ

دین کی تعلیمات بالکل صاف اور واضح ہیں، کیونکہ اُن کی بنیاد قرآن مجید اور صحیح احادیث پر ہے۔ قرآن مجید تو خیر ہے ہی ہر شک وشبہ سے بالاتر، لیکن چونکہ احادیث ایک انسان سے دوسرے انسان کو پہنچتی ہوئی آگے منتقل ہوئیں اور اُس میں یہ خطرہ موجود تھا کہ کہیں کوئی غلط بات حضور سے منسوب نہ ہو جائے، اِس لیے امت کے سیکڑوں علما و محدثین نے اپنی عمریں اِس مقصد کے لیے وقف کر دیں کہ احادیث کے روایت کرنے والوں کی چھان بین کی جائے کہ کیا وہ قابل اعتماد تھے، کیا اُن کا حافظہ صحیح تھا، کیا وہ معروف لوگ تھے؟ کیا ایسا تو نہیں کہ ایک آدمی جس شخص سے روایت بیان کر رہا ہے، اُس سے اُس کی ملاقات ہی نہ ہوئی ہو۔

یہ اور اِس طرح کے بے شمار پہلوؤں پر ہمارے علما نے کام کیا اور اُس کے نتیجے میں

''علم اسماء الرجال'' کے نام سے ایک پورا فن وجود میں آ گیا۔ اِس علم کے تحت حضور سے روایت کرنے والے ہر فرد کے حالاتِ زندگی معلوم کیے گئے اور روایت و درایت دونوں پہلوؤں سے اُس کی مرویات کو دیکھا گیا کہ کیا وہ روایت قابلِ قبول ہے یا نہیں۔

چنانچہ اِس علم کی بنیاد پر محدثین نے حدیثوں کو جانچا اور بتایا کہ کون سی حدیثیں صحیح ہیں اور کون سی صحیح نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ساری امت اِس بات کو جانتی ہے کہ دین کے معاملے میں قرآن مجید یا صحیح احادیث سے ہی دلیل پیش کی جاتی ہے۔ ہم اِس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ کوئی غلط بات حضور کی طرف منسوب کریں۔ لہٰذا دین کی بنیاد کسی کمزور اور ضعیف روایت پر ہو ہی نہیں سکتی۔ اِس امت کی تاریخ میں بے شمار فتنہ جوؤں اور مدعیانِ نبوت نے اپنے دعووں کی بنیاد ہمیشہ کمزور اور غلط روایات پر رکھی ہے۔ یہ کمزور روایات قرآن مجید کی تعلیمات کے بھی خلاف ہوتی ہیں اور صحیح احادیث کے بھی خلاف۔

حال میں ''غزوۂ ہند'' کے نام سے چند انتہائی کمزور روایات کو بنیاد بنا کر عجیب و غریب سیاسی دعوے کیے جا رہے ہیں، اور لوگوں کو ابھارا جا رہا ہے۔ ''غزوۂ ہند'' کے نام سے یہ روایات قرآن مجید کے بھی خلاف ہیں، دوسری صحیح احادیث کے بھی خلاف ہیں اور تاریخ کے بھی خلاف ہیں۔

اِن روایات کی بنیاد پر جو دعوے کیے جا رہے ہیں، وہ بھی قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات کے بالکل خلاف ہیں، لیکن محض اپنی خواہش کو دینی بنیاد فراہم کرنے کے لیے اِن کا سہارا لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگلے صفحات میں ہم اِن روایات پر مختلف پہلوؤں سے بحث کریں گے۔ اصل میں یہ پانچ روایات ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے:

''میری امت کے دو گروہوں کو اللہ جہنم کی آگ سے بچائے گا۔ ایک
وہ جو ہند میں لڑے گا اور دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہو گا

(عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِيْ أَحْرَزَہُمَا اللَّهُ مِنَ النَّارِ: عِصَابَةٌ تَغْزُو الْہِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْہِمَا السَّلَام)"۔

دوسری روایت یوں ہے:

''حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور نے ہم سے غزوہ ہند کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اگر میں اُسے پالوں تو اُس میں اپنا جان و مال لٹادوں۔ پھر اگر میں اُس میں مارا گیا تو میں بہترین شہید ہوں گا اور اگر میں لوٹ آیا تو میں آزاد ابو ہریرہ ہوں گا۔''

تیسری روایت یہ ہے:

''حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اِس امت میں سندھ و ہند کی طرف ایک لشکر روانہ ہوگا۔ اگر مجھے ایسے کسی مہم میں شرکت کا موقعہ ملا اور اس میں شریک ہو کر شہید ہو گیا تو ٹھیک۔ اور اگر میں لوٹ آیا تو میں آزاد ابو ہریرہ ہوں گا، جسے اللہ نے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہوگا''۔

چوتھی روایت یہ ہے:

''ضرور تمہارا ایک لشکر ہند سے جنگ کرے گا۔ اللہ اِن مجاہدین کو فتح عطا کرے گا، حتیٰ کہ وہ ان کے بادشاہوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے۔ اللہ اِن مجاہدین کی مغفرت فرمائیں گے۔ پھر جب وہ واپس

پلٹیں گے تو وہ حضرت عیسیٰ کو شام میں پائیں گے''۔ اِس پر حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ ''اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا مال سب بیچ دوں گا اور اس میں شرکت کروں گا۔ پھر جب اللہ ہمیں فتح عطا کر دے اور ہم واپس پلٹ آئیں تو میں ایک آزاد ابو ہریرہ ہوں گا جو شام کے ملک میں اِس شان سے آئے گا کہ وہاں عیسیٰ ابن مریم کو پائے گا۔ یارسول اللہ! اُس وقت میری شدید خواہش ہوگی کہ میں اُن کے پاس پہنچ کر انہیں بتاؤں کہ میں آپ کا صحابی ہوں''۔ یہ سن کر حضور مسکرا پڑے اور ہنس کر فرمایا: بہت مشکل، بہت مشکل''۔

پانچویں روایت یوں ہے:

''بیت المقدس کا ایک بادشاہ ہند کی جانب ایک لشکر روانہ کرے گا۔ مجاہدین سرزمینِ ہند کو پامال کر ڈالیں گے۔ اُس کے خزانوں پر قبضہ کر لیں گے، پھر وہ بادشاہ اُن خزانوں کو بیت المقدس کی تزئین و آرایش کے لیے استعمال کرے گا۔ وہ لشکر ہند کے بادشاہوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کرے گا۔ اُس کے مجاہدین بادشاہ کے حکم سے مشرق و مغرب کے درمیان کا سارا علاقہ فتح کر لیں گے اور دجال کے خروج تک ہند میں قیام کریں گے''۔

درج بالا پانچ روایات میں پہلی روایت حضرت ثوبان سے روایت کردہ بیان کی جاتی ہے۔ تین روایات حضرت ابو ہریرہ سے روایت کردہ بیان کی جاتی ہیں اور آخری روایت ''کعب'' سے بیان کی جاتی ہے۔ اگر غور سے جائزہ لیا جائے تو یہ درحقیقت ایک ہی روایت

ہے جس کے مختلف حصوں کو اِن پانچ روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ روایات مسند احمد بن حنبل اور نسائی کی ''کتاب الفتن'' میں آئی ہیں۔

راویوں کی صورتِ حال

یہ ساری روایات راویوں کے ایسے سلسلوں سے بیان کی گئی ہیں جن کے ہر سلسلے میں کمزور اور نا قابل اعتماد راوی موجود ہیں۔ چنانچہ اِن کو دلیل کے طور پر پیش کرنا نہایت غلط ہے۔ واضح رہے کہ اگر روایت کے کسی سلسلے میں ایک راوی بھی نا قابلِ اعتماد ہو تو وہ روایت ضعیف اور کمزور بن جاتی ہے۔ مثلاً پہلی روایت میں اسد بن موسیٰ نامی ایک راوی موجود ہے۔ اِس شخص کو محدثین نے نا قابل اعتماد فرد قرار دیا ہے۔ اِس میں ایک اور راوی کا نام ''بقیہ'' ہے۔ اِس کو بھی حدیث کے ماہرین نے نا قابلِ اعتماد قرار دیا ہے۔

اِس میں ایک اور راوی کا نام ''یحییٰ بن معین'' ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ بھی بالکل ایک نا قابل اعتماد شخص ہے۔ روایت کے اس سلسلے میں دو مزید افراد بھی ہیں۔ ایک ابوبکر زَبیدی اور دوسرے عبدالاعلیٰ بن عدی البرانی۔ محدثین کے نزدیک یہ دونوں ''مجہول الحال'' ہیں، یعنی ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ یہ کون ہیں، اِن کے اساتذہ کون ہیں، یہ کب پیدا ہوئے اور کب فوت ہوئے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص حضور کی کوئی بات براہِ راست کسی فرد سے سن کر آگے بڑھاتا ہے، اُسے ایک معروف آدمی ہونا چاہیے۔

گویا اِس روایت کا سارا سلسلہ بہت نا قابل اعتماد ہے اور بس آخر میں ایک صحابی کا نام لگا دیا گیا ہے۔ ایسی روایت پر بھلا کیسے اعتماد کیا جائے اور دین کے معاملے میں اُسے بطور ثبوت کیسے پیش کیا جائے؟ باقی چاروں روایات کا بھی یہی حال ہے۔ اِن راویوں میں ایک شخص کا نام زکریا بن عدی ہے جس کو حدیث کے علما نا قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔ اِن راویوں

میں عبید اللہ بن عمر اور زید بن ابی انیسہ بھی شامل ہیں۔ اِن دونوں کے متعلق محدثین کا یہ بیان ہے کہ اِن کے معاملے میں احتیاط کرنی چاہیے، اِس لیے کہ اِن دونوں کے اندر خامیاں پائی جاتی ہیں۔

ایک اور راوی کا نام جبیر بن عبیدہ ہے۔ اِس شخص کے متعلق محدثین کی رائے بہت ہی بری ہے۔ چنانچہ اِس کو نا قابلِ اعتماد قرار دیا ہے۔ ایک اور راوی ''ہیثم'' ہے۔ اِن کے متعلق بھی محدثین کی رائے بہت بری ہے۔ یہ صاحب ایسے لوگوں سے حدیث روایت کرتے تھے جن سے اُن کی کبھی ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ درج بالا دوسری روایت میں کہا گیا ہے کہ ''صفوان بن عمرؓ'' نے حضور سے یہ روایت بیان کی ہے۔ ''صفوان بن عمرؓ'' ایک تبع تابعی تھے، یعنی حضور سے کسی صحابی نے یہ بات سنی ہوگی۔ پھر اُن سے یہ بات کسی تابعی نے سنی ہوگی اور پھر صفوان نے سنی ہوگی۔ گویا اِس روایت میں کچھ نہیں معلوم کہ کس نے یہ بات حضور سے سنی۔ پھر اُس صحابی سے کس نے سنی۔ گویا نہ صحابی کا نام معلوم اور نہ اُس تابعی کا نام معلوم۔ جب کہ صفوان کے نیچے باقی راوی بھی جھوٹے اور نا قابلِ اعتماد ہیں۔ اب ایسی روایت کو دین کے طور پر کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟

درج بالا روایات میں تیسری روایت کے راویوں کے ضمن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث حسن بصری نے ابو ہریرہ سے سنی ہے۔ حالانکہ محدثین کے مطابق حسن بصری نے ابو ہریرہ سے کبھی ملاقات ہی نہیں کی۔ اِسی طرح درج بالا روایات میں چوتھی روایت کا ایک راوی ''نعیم بن حماد مروزی'' ہے۔ اِس شخص کو محدثین وعلما نے جھوٹا قرار دیا ہے۔

اِسی سلسلے میں ''بقیہ بن ولید'' بھی شامل ہے جس کو محدثین نا قابلِ اعتماد قرار دیتے ہیں۔ اِسی طرح اِس روایت میں ایک صاحب صفوان بن عمرو کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے اپنے ایک استاد سے سنی ہے۔ اب یہ استاد کون تھے؟ قابلِ اعتماد تھے یا نہیں تھے؟ یہ

کچھ نہیں معلوم۔ چنانچہ ایسی کسی بے اصل بات کو صحیح روایت بیان کر کے اُس سے دلیل پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے جس کا ارتکاب کسی منصف مزاج آدمی کو زیب نہیں دیتا۔

اِسی طرح پانچویں روایت کے سلسلے میں بھی نعیم بن حماد موجود ہے جیسے محدثین نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ اِسی روایت کے سلسلے میں ایک صاحب ''حکیم بن نافع'' کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے اپنے ایک استاد سے سنی ہے۔ اب یہ استاد کون ہیں اور اُن کی کیا صورت حال ہے، اس کے متعلق کسی کو کچھ نہیں معلوم۔ یہ روایت منقطع بھی ہے، یعنی اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ حدیث ایک صحابی ''کعب'' سے کس نے سنی ہے۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ یہ ''کعب'' کون ہیں۔ کیا یہ کوئی صحابی ہیں؟ اگر یہ کوئی صحابی ہیں تو کون ہیں۔ اگر یہ ''ابو مالک کعب بن عاصم اشعری'' ہیں، تو اِن کا پورا نام یہاں کیوں درج نہیں کیا گیا؟ کیونکہ محدثین یہ التزام کرتے ہیں کہ جہاں بھی کسی صحابی کا نام آتا ہے تو وہ پورا نام درج کرتے ہیں، تاکہ کوئی غلط فہمی نہ ہو اور ساتھ میں ''رضی اللہ عنہ'' بھی لکھتے ہیں، جب کہ یہاں نام بھی صرف ''کعب'' درج کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ رضی اللہ عنہ بھی نہیں لگایا گیا۔ پھر کیا یہ ''کعب الاحبار'' ہے جو ایک تابعی تھا۔ لیکن امام بخاری کے مطابق، وہ ایک ناقابل اعتماد شخص تھا۔

روایات کا چند اور پہلوؤں سے جائزہ

ہماری درج بالا بحث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ غزوہ ہند سے متعلق یہ سب روایات انتہائی کمزور اور ضعیف ہیں اور اِن سے کوئی دلیل پیش کرنا غلط ہے۔ تاہم کوئی آدمی کہہ سکتا ہے کہ بہر صورت میں تو اِن کو ٹھیک مانتا ہوں۔ ایسے لوگوں کے لیے ہم اِن روایات کے کچھ مزید پہلوؤں کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

☆ ایک یہ کہ اِن روایات میں ''ایک لشکر'' ('بعث' کا لفظ نکرہ استعمال ہوا ہے) کا ذکر آیا ہے۔ لیکن اِس روایت کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے والے اس کا ترجمہ غلط طور پر ''لشکروں'' کر رہے ہیں۔ یہ مغالطہ جس کے تحت یہ لوگ غزوۂ ہند کو 'ایک لڑائی'' کے بجائے تا قیامت برصغیر ہند میں ہونے والی تمام لڑائیوں پر اِس کا اطلاق کر رہے ہیں، خود اِس روایت کے الفاظ کی رو سے یہ غلط ہے۔

☆ اِن میں سے ایک روایت میں ''سندھ'' کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ جب کہ سندھ تو اِس وقت بھی مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ پھر اِس پر فوج کشی کا کیا مطلب ہے؟

☆ اِن سب روایات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اِن میں مستقبل کے ایک ایسے زمانے کا ذکر ہے جب قیامت کے آثار بالکل واضح ہوں گے۔ دنیا کے موجودہ سیاسی حقائق بالکل تبدیل ہو چکے ہوں گے۔ اسرائیل فنا ہو چکا ہوگا۔ بیت المقدس مسلمانوں کے قبضے میں آ چکا ہوگا۔ فلسطین، شام، اردن، عراق، وسط ایشیا کے ممالک، ایران وافغانستان سب ایک مملکت بن چکے ہوں گے۔ پھر ایک عظیم لشکر ہند کی طرف روانہ ہوگا جو اِس سرزمین کو فتح کر کے اِن کے حکمرانوں کو قید کر کے لائے گا۔ اِس فتح سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوگا، وہ بیت المقدس کی تزئین وآرایش کے لیے استعمال ہوگا۔

یہی وہ وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ فلسطین میں نازل ہو چکے ہوں گے۔ گویا اِن روایات کے مطابق، یہ ضروری ہے کہ ہند پر حملے سے پہلے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی

عالمی حکومت وجود میں آجائے اور اسرائیل پر مسلمانوں کا قبضہ ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ فی الوقت ایسا ہرگز نہیں ہے۔

اِس وقت تو اسرائیل کے خاتمے اور مسلمانوں کی ایک عالمی حکومت کے قیام کا دور دور تک امکان نظر نہیں آتا۔ گویا پہلے مسلمانوں کی ایک عالمی حکومت قائم ہو، اور اسرائیل کا خاتمہ ہوجائے، اِس کے بعد ہند پر جو حملہ ہوگا، وہ اِن روایات کا مصداق ہوگا۔

اِن روایات میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ یہ لشکر جب واپس بیت المقدس پہنچے گا تو حضرت عیسیٰ نازل ہو چکے ہوں گے۔ صحیح احادیث کے مطابق، حضرت عیسیٰ کے نزول سے پہلے دجال ظاہر ہوگا، سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور یاجوج ماجوج ہر بلندی سے نکل پڑیں گے۔ دجال کے پاس اتنی بڑی طاقت ہوگی کہ وہ کچھ بھی کر سکے گا، حتیٰ کہ وہ ایک مردہ شخص کو زندہ بھی کر سکے گا۔ صحیح احادیث میں اِس کے علاوہ بھی بہت ساری علامات ذکر کی گئی ہیں۔

ظاہر ہے کہ اِس وقت ابھی نہ تو دجال ظاہر ہوا ہے، نہ سورج مغرب سے طلوع ہوا ہے، نہ یاجوج ماجوج نکلے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کا مستقبل قریب میں نزول بھی ممکن نہیں ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اِس روایت والے غزوہ ہند کا بھی ابھی کوئی امکان نہیں ہے۔

گویا اگر یہ روایات صحیح بھی ہوں تو اِن میں بیان کردہ شرائط والے غزوۂ ہند کا ابھی دور دور تک امکان نہیں ہے۔ اِن روایات میں قیامت کے قریب ترین زمانے کا ذکر ہے۔ اِس کے مطابق، پہلے مسلمانوں کی عالمی مملکت بنے گی، اسرائیل کا خاتمہ ہوگا، دجال نکلے گا، سورج مغرب سے طلوع ہوگا، حضرت عیسیٰ کی آمد بالکل قریب ہوگی یا وہ تشریف لا چکے ہوں گے، تب کہیں غزوۂ ہند ہوگا۔ چنانچہ موجودہ زمانے کے کسی سیاسی تنازعے پر غزوۂ ہند کا اطلاق بالکل غلط ہے۔

تاریخی اور جغرافیائی مغالطے

دنیا میں مختلف ملکوں کے نام اور اُن کا جغرافیہ بدلتا رہتا ہے۔ سرحدیں بدلتی ہیں اور نئے حقائق وجود میں آتے ہیں۔ اِسی کے ساتھ ناموں کے معنی بھی تبدیل ہوتے ہیں۔ مثلاً آج سے پندرہ سو برس قبل صرف جزیرہ نمائے عرب کو ''سرزمین عرب'' کہا جاتا تھا۔ آج کی عرب دنیا اُس سے دس گنا زیادہ آبادی اور رقبے پر مشتمل ہے۔ اُس زمانے کے چین اور آج کے چین میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہی حال ہر جگہ کا ہے۔

مگر ''غزوۂ ہند'' سے سیاسی معنی لینے والے کچھ حلقے حدیث تو آج سے پندرہ سو برس پہلے والی سناتے ہیں، مگر اُس میں ''ہند'' کے لفظ سے آج کا بھارت مراد لیتے ہیں۔ اُس زمانے میں ''ہند'' کے لفظ سے کیا معنی مراد لیے جاتے تھے، اِس کے متعلق ''اردو دائرہ معارفِ اسلامی، جلد ۲۳، صفحہ ۱۷۳'' پر تحریر ہے:

> ''قدیم مصر کے مسلم جغرافیہ دان لفظ ''ہند'' کو سندھ کے مشرقی علاقوں کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ہند سے جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک بھی مراد لیے جاتے تھے۔ چنانچہ جب ''ہند کے بادشاہ'' اور ''ہند کے علاقے'' کہا جاتا تھا تو اِس سے صرف ہند ہی مراد نہ تھا، بلکہ اس میں انڈونیشیا، ملایا وغیرہ بھی شامل سمجھے جاتے تھے اور جب ''سندھ'' کہا جاتا تھا تو اِس میں سندھ، مکران، بلوچستان، پنجاب کا کچھ حصہ اور شمال مغربی سرحدی صوبہ بھی شامل سمجھے جاتے تھے۔ ایسا کوئی ایک نام نہ تھا جس کا اطلاق پورے ہندوستان پر ہو۔ ہند اور سندھ مل کر ہی ہندوستان کو ظاہر کرتے تھے۔ عربی اور فارسی میں ہندوستان کے

جغرافیائی حالات بیان کیے جاتے تھے تو اِس میں ہند اور سندھ کے حالات شامل ہوتے تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے پہلے کوئی نام ایسا نہ تھا جس کا اطلاق پورے ملک پر ہو۔ ہر صوبے کا اپنا الگ الگ نام تھا۔ اہل فارس نے جب اِس ملک کے ایک صوبے پر قبضہ کرلیا تو اُس دریا کے نام پر جسے اب سندھ کہتے ہیں، ''ہندھو'' رکھا، کیونکہ قدیم ایران کی پہلوی اور سنسکرت زبان میں میں ''س'' اور ''ہ'' آپس میں بدل جایا کرتے تھے۔ چنانچہ فارسی والوں نے ''ہندہو'' کہہ کر پکارا۔ عربوں نے سندھ کو تو سندھ ہی کہا، لیکن اس کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کو ہند کہا اور آخر میں یہی نام تمام دنیا میں پھیل گیا۔ پھر ''ہ'' کا حرف ''الف'' میں بدل کر یہ نام فرنچ میں اِنڈ (Ind) اور انگریزی میں انڈیا (India) کی صورت میں مشہور ہو گیا''۔

اِس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب یہ لفظ استعمال ہوتا تو ''ہند'' سے مراد صرف بھارت نہیں بلکہ برما، تھائی لینڈ، لاؤس، کمبوڈیا، ویت نام، ملایشیا، انڈونیشیا، وغیرہ یہ سب ممالک اِس میں آجاتے تھے۔ چنانچہ اِس لفظ کو صرف موجودہ بھارت کے لیے استعمال کرنا کسی بھی طرح ٹھیک نہیں ہوگا۔

یہی حال لفظ ''سندھ'' کا ہے۔ اگر اِسے آج کے معنی میں لے لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ ''سندھ'' تو سارے کا سارا مسلمان ہے اور پاکستان کا حصہ ہے۔ کیا اِس کو دوبارہ فتح کرنا مقصود ہے؟

دین کی باقی تعلیمات سے تضاد

اِن روایات کے اکثر حصے سے دوسری دینی تعلیمات سے بھی ٹکراتے ہیں۔ مثلاً اِس میں ایک جگہ حضرت ابو ہریرہ، کی زبانی یہ کہا گیا ہے کہ وہ غزوہ ہند کے لیے جانے والے لشکر اور اِس کے بعد حضرت عیسیٰ سے ملاقات کے آرزومند تھے۔ یہ آرزو ہر اعتبار سے بالکل ناممکن تھی۔ حضرت عیسیٰ کا نزولِ ثانی تو قیامت کی نشانیوں میں سے ہوگا، تو کیا یہ ممکن تھا کہ حضرت عیسیٰ حضور کے بعد اتنی جلدی تشریف لاتے کہ ایک صحابی اُن سے ملاقات کرتے؟ یہ بات تو قرآن مجید کی آیات اور بہت سی صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ لہٰذا صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت گھڑی گئی ہے اور اِس میں نمک مرچ ڈالنے کے لیے ایک محترم صحابی کا نام استعمال کیا گیا ہے۔

یہ بات بھی واضح ہونی چاہیے کہ اب قیامت تک کے لیے قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنا ہمارے لیے لازم ہے۔ جنگ کے لیے دین کی اہم شرطوں میں یہ شرط شامل ہے کہ جنگ کا اعلان صرف ریاست کرسکتی ہے، جنگ صرف ظلم کے خلاف ہوسکتا ہے۔ اِسی طرح معاہدۂ امن کی موجودگی میں جنگ کی اجازت ہرگز نہیں، اور جنگ صرف اُسی وقت لڑی جائے جب اتنا اسلحہ اور ساز وسامان موجود ہو کہ جنگ کامیاب طور پر جیتی جاسکے۔

یہ ہدایات ہمارے لیے قیامت تک لازم ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی ''غزوۂ ہند'' برپا ہوگا تو اُس میں بھی یہی ساری شرائط لاگو ہوں گی۔ لہٰذا ''غزوۂ ہند'' کے نام پر عوام میں سنسنی خیزی پھیلانا، مسلح تنظیمیں کھڑی کرنا، مسلح کاروائیاں کرنا، ریاستی معاہدوں کو توڑنا اور پھر اِن سب کو ''غزوہ ہند'' کا نام دے کر اِس طرح کے کسی بھی تشدد کو جواز دینا ہرگز صحیح نہیں۔

[جہاد وقتال: چند اہم مباحث ۱۲۸-۱۳۶]

محمد ذکوان ندوی

مولانا محمد ذکوان ندوی ایک اسلامی اسکالر اور ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی سے فارغ التحصیل ہیں۔ لکھنؤ میں ''دی وزڈم فاؤنڈیشن اینڈ ریسرچ ایجوکیشنل ٹرسٹ'' کے ٹرسٹی اور ایک اسلامی میگزین ''اشراق'' (نشاۃ ثانیہ) کے مدیر ہیں۔

نوٹ: ''غزوۂ ہند'' سے متعلق مذکورہ روایات کے اسناد اور راویوں کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: جناب معز امجد کا مضمون ''غزوۂ ہند'' ماہنامہ اشراق، فروری ۱۹۹۹ء۔ اور پروفیسر ڈاکٹر سراج الاسلام کی کتاب ''توضیحات'' کا مضمون ''غزوۂ ہند کا تعین''۔

اے۔فیض الرحمن

غزوہ ہند: ایک تجزیاتی مطالعہ

جولائی 2023 میں، ہندوستان کی قومی تحقیقاتی ایجنسی (NIA) نے تین ریاستوں میں متعدد مقامات پر چھاپے مارے۔ پانچ بہار کے دربھنگہ میں اور دو مقامات پٹنہ میں؛ اتر پردیش میں بریلی؛ اور گجرات میں سورت۔''غزوہ ہند'' نامی ایک گروپ کے سلسلہ میں، جسے پاکستان میں مقیم مشتبہ افراد مسلمان نوجوانوں کو''ہندوستانی سرزمین پر غزوہ ہند کے قیام کے لیے''تربیت دینے کے لیے چلا رہے تھے۔

غزوہ ہند کا تصور بھی ایک طویل عرصے سے ہندو قوم پرستوں کے ذہنوں پر سوار ہے۔ آر ایس ایس کے ترجمان آرگنائزر کے ایک مضمون نے اگست 2014 میں برطانیہ کے''ڈیلی میل'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ''غزوہ ہند القاعدہ کا نظریاتی ہدف'' ہے، اور یہ کہ''دہشت گردی کا نیٹ ورک ہے۔ ہندوستان میں گھس کر ملک بھر میں آخری جنگ کے بیج بو رہے ہیں۔ مضمون میں مزید متنبہ کیا گیا ہے کہ:

''نہ صرف کشمیری گروپس بلکہ طالبان اور القاعدہ گروپوں نے غزوہ

ہند کی بڑی اسکیم پر داؤ لگا رکھا ہے جہاں ہندوستان کو 'قیامت' سے قبل ایک عظیم میدان جنگ سمجھا جاتا ہے۔ یہ نظریہ طالبان اور القاعدہ سے وابستہ افراد کو کشمیر میں داخل ہونے اور تخریبی کاروائیاں انجام دینے کے لیے استعمال ہونے کا امکان ہے۔''

''آرگنائزر'' کے فروری 2020 میں ایک اور مضمون میں خبر دار کیا گیا تھا کہ:

''القاعدہ اور دولت اسلامیہ عراق والشام (ISIS) جنوبی ایشیائی برصغیر میں نوجوانوں کو بھرتی کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ آرائی کر رہے ہے۔ دنیا کے دوسرے خطوں (بشمول افغانستان، عراق، اور شام)، پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش پر محیط خطے میں جہادی بھرتیوں کو خدائی حمایت کے مسابقتی دعووں کے ذریعے مدد اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔''

یہ خدشات بے بنیاد نہیں ہیں۔ صوفان سینٹر۔ نیویارک میں قائم ایک آزاد غیر منافع بخش تنظیم ہے جو عالمی سیکورٹی چیلنجوں کو روکنے اور ان کا جواب دینے کے لیے ضروری معلومات، تجزیے اور سفارشات فراہم کرتی ہے۔ اس سینٹر نے اپنی 2019 کی رپورٹ ''برصغیر پاک وہند میں القاعدہ'' (AQIS): ''جنوبی ایشیا میں جہاد کا مرکز'' میں کہا:

AQIS اپنی الحاق شدہ تنظیم انصار غزوات الہند کے ذریعے تنازعہ کشمیر میں گہرے طور پر شامل ہو گیا ہے۔ حزب المجاہدین کے ایک طاقتور گروپ، کشمیر میں مقیم عسکریت پسند گروپ، جس کی سربراہی ذاکر موسیٰ کر رہے ہیں، نے AQIS سے وفاداری کا عہد کیا ہے جو

کہ ایک بے مثال واقعہ ہے۔ کشمیر میں عسکریت پسندی کی تاریخ میں نئے گروپ کا نام انصار غزوات الہند رکھا گیا ہے جو کشمیر میں اپنے بیانیے کو بھی مضبوط کر رہا ہے۔ یہ کشمیر کو مرکز میں تبدیل کرنے کی کوشش میں جہاد کی نظریاتی اصطلاحات اور تنازعہ کے جواز کے ماخذ دونوں کو تبدیل کرنے کی کوششوں کے ذریعے AQIS کی طرف سے لاحق ممکنہ خطرے کو ظاہر کرتا ہے۔ جنوبی ایشیا میں جہادیوں کے لیے کشش کا باعث حال ہی میں جاری کردہ ایک بیان میں، موسیٰ نے اعلان کیا، کشمیر جہاد صرف شریعت کے نفاذ کے لیے ہونا چاہیے نہ کہ قوم پرستانہ نظریات کے لیے۔ پاکستان میں اسلام نہیں ہے، اس لیے ہمیں پاکستان کے خلاف بھی جہاد کرنا ہوگا۔

غزوہ ہند: ایک تجزیہ

حدیث کی اصطلاح میں، غزوہ ایک فوجی مہم سے مراد ہے جس میں خود پیغمبر اسلام شریک ہوئے تھے۔ [پیغمبر محمدؐ کی] فوجی مہمات۔

اس طرح کے دو مشہور واقعات مورخین ابن اسحاق (متوفی 768 عیسوی) اور الواقدی (متوفی 823 عیسوی) نے بیان کیے ہیں۔ عبدالرزاق بن ہمام الصانعانی (متوفی 827 عیسوی) کا مجموعۂ حدیث مصحف میں بھی کتاب المغازی کا باب شامل ہے۔

لیکن غزوہ ہند سے متعلق احادیث میں غزوہ کی اصطلاح اس کے لغوی معنی میں استعمال ہوئی ہے یعنی ''جنگ اور لوٹ مار مہم''، یا ''حملہ''، ''جارحیت''، اور ''فتح کی مہم''۔

دوسرے لفظوں میں، غزوہ ہند سے متعلق احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے خلاف بلا اشتعال ''لوٹ مار مہم'' اور ''فتح کی مہم'' کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ اس کی تعریف کی۔

ہندوستان کے دشمنوں (جن کی شناخت صوفان سینٹر نے کی ہے) نے ان غیر مستند احادیث کو امن پسند ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے ہی ملک کے خلاف بغاوت کرنے کی ترغیب دینے کے لیے استعمال کیا ہے۔ لیکن کوئی بھی انتہا پسند تنظیم (غیر ملکی یا مقامی) مسلمانوں کے اعتدال پسندی اور ہندوستان کے ساتھ وفاداری کے قلعے کو توڑ نہیں سکتی۔

ISIS اور القاعدہ جیسی دہشت گرد تنظیموں کو مسترد کرنے کے ہندوستانی مسلمانوں کے عزم کو مزید تقویت دینے کے لیے، غزوہ ہند سے متعلق تین سب سے زیادہ نقل شدہ احادیث کا تجزیہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

1 پہلی حدیث سنن نسائی سے ہے، جو کہ امام احمد نسائی کے مرتب کردہ احادیث کا مجموعہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے دو گروہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جہنم سے آزاد کرے گا: ایک گروہ۔ جو ہندوستان پر حملہ کرے گا، اور وہ گروہ جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔''

2 دوسری حدیث:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ کیا کہ ہم ہندوستان پر چڑھائی کریں گے، اگر میں زندہ رہا تو اپنی جان اور مال قربان کر دوں گا،

اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو میں بہترین شہداء میں سے، اور اگر میں واپس آیا تو ابو ہریرہ المحرر رہوں گا۔

3 تیسری حدیث نعیم بن حماد المروازی کی کتاب الفتن میں موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ ہندوستان پر چڑھائی کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے ان کو فتح سے ہم کنار کرے گا۔ جب وہ ہندوستان کے بادشاہوں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے واپس لائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے گا۔ وہ شام واپس آئیں گے، اور عیسیٰ ابن مریم کو شام میں پائیں گے۔

تیسری حدیث کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:

ہم سے بقیہ بن ولید نے صفوان سے بعض علماء نے ابو ہریرہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہندوستان کا ذکر کیا اور فرمایا: تمہاری ایک فوج ہندوستان پر چڑھائی کرے گی۔ جب تک کہ وہ اس کے بادشاہوں کو زنجیروں میں جکڑ کر نہ لے آئیں۔ اللہ ان کے گناہوں کو بخش دے گا، پس وہ جہاں کہیں بھی جائیں گے، پھر مریم کے بیٹے کو شام میں پائیں گے۔

مختصر تجزیہ

پہلی حدیث کو سنن نسائی کے مصنف نے حسن قرار دیا ہے۔ لیکن ایک مسلم پورٹل ''اسلام سوال و جواب'' میں درج ہے کہ علامہ ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب السلسلۃ الصحیحہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلام سوال و جواب دوسری نقل شدہ حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

اسلام سوال و جواب تیسری نقل شدہ حدیث کو بھی ضعیف کہہ کر رد کرتا ہے کیونکہ الولید بن مسلم نے اسے (''منجانب'' کہہ کر روایت کیا ہے۔) یہ بھی مرسل معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ جس نے صفوان بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، وہ صحابی تھے۔

اسلام سوال و جواب کا اختتام یہ بیان کرتے ہوئے کرتا ہے:

''حدیث ثوبان وہ ہے جو فتح ہند سے متعلق صحیح ہے۔ جہاں تک ابوہریرہ کی حدیث کا تعلق ہے، اس کی اکثر سندیں ضعیف ہیں۔''

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ ''اسلام سوال و جواب'' کا مذکورہ بالا احادیث کو قبول کرنے اور رد کرنے کی بنیاد ان کے راویوں کے سلسلہ (اسناد) پر ہے، نہ کہ ان کے متن یا مواد (متن) پر۔ درحقیقت تمام احادیث کی صداقت کا اندازہ محدثین نے صرف اسناد کی بنیاد پر کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ قابل اعتراض مواد والی متعدد احادیث کو صحیح قرار دے دیا گیا ہے۔

اس متضاد طریقہ کار کی ایک واضح مثال ''اسلام سوال و جواب'' کی پہلی نقل کی گئی حدیث کو صحیح کے طور پر درجہ بندی کرنا ہے، باوجود اس کے کہ اس میں قابل اعتراض بات ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ دو مخصوص مسلم گروہ مستقبل میں کیا کریں گے اور ان کے اعمال انہیں جہنم سے کیسے بچائیں گے۔

قرآن صرف اپنے دفاع میں مسلح تصادم کی اجازت دیتا ہے جیسا کہ یہ آیات واضح کرتی ہیں:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمۡ ظُلِمُواْۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ نَصۡرِهِمۡ

لَقَدِيرٌ۔ (الحج، آیت 39)

ان لوگوں کو جن سے لڑائی اور ظلم کیا جا رہا ہے ان کو اپنے دفاع میں لڑنے کی اجازت دی گئی ہے اور بے شک خدا انہیں فتح دینے کی پوری طاقت رکھتا ہے۔(39:22)

وَإِن نَّكَثُوٓاْ أَيۡمَٰنَهُم مِّنۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُواْ فِي دِينِكُمۡ فَقَٰتِلُوٓاْ أَئِمَّةَ ٱلۡكُفۡرِ إِنَّهُمۡ لَآ أَيۡمَٰنَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنتَهُونَ۔أَلَا تُقَٰتِلُونَ قَوۡمٗا نَّكَثُوٓاْ أَيۡمَٰنَهُمۡ وَهَمُّواْ بِإِخۡرَاجِ ٱلرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمۡ أَوَّلَ مَرَّةٍۚ أَتَخۡشَوۡنَهُمۡۚ فَٱللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخۡشَوۡهُ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ۔ (التّوبه، آیات 13-12)

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں۔ [ان سے لڑو] وہ ختم ہو سکتے ہیں۔کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کی سازش کی اور سب سے پہلے تم پر حملہ کیا۔ (بدعوکم الاول مارتین)؟(13-12:9)

ایک اور آیت میں قرآن کہتا ہے کہ شیطانی چالوں سے متاثر نہ ہونے والے لوگوں میں وہ لوگ ہیں جو حملہ کے وقت اپنا دفاع کرتے ہیں:

إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَذَكَرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرٗا وَٱنتَصَرُواْ مِنۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُواْۗ وَسَيَعۡلَمُ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ أَيَّ

مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۔ (اَلشُّعَرَاء، آیت، 227)

...جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، نیک کام کرتے ہیں، خدا کی یاد میں بہت زیادہ مشغول رہتے ہیں، اور جب ان پر ناحق حملہ کیا جاتا ہے، تب ہی اپنا دفاع کرتے ہیں (وانتصارو من بعد ما ظلما)۔ اور عنقریب ظالم حملہ آوروں کو معلوم ہو جائے گا کہ اُن کے معاملات کیا الٹ پھیر لے جائیں گے! (227:26)

نبی اکرمؐ ان قرآنی احکامات کے سچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی بھی جنگیں لڑیں وہ اپنے دفاع میں تھیں۔ اس لیے کسی بھی قوم کے خلاف جنگ وجدال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ تمام احادیث کی کتابیں انسانی تالیف ہونے کے ناطے وہ اللہ کے کلام قرآن کے تابع ہیں۔ یہ کسی بھی ایسی حدیث کو غیر موثر بناتا ہے جو قرآن کی روح کے خلاف ہو۔ باالفاظ دیگر کسی حدیث کی صداقت کی تصدیق صرف قرآن کے ساتھ مطابقت کی بنیاد پر کی جا سکتی ہے کیونکہ اسناد کا طریقہ حدیث کے مواد کو مدنظر نہیں رکھتا۔ اس نقطہ نظر سے غزوہ ہند کی تمام احادیث کو غیر مستند قرار دے کر رد کرنا ہوگا۔

ہندوستانی مسلمانوں کی اعتدال پسندی

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا، 200 ملین پر مشتمل ہندوستانی مسلم کمیونٹی شاید دنیا کا واحد اسلامی معاشرہ ہے جو کسی انتہا پسند نظریے کی حمایت نہیں کرتا۔ اس حقیقت کی تائید اس وقت ہوئی جب جولائی 2023 میں ہندوستان کے قومی سلامتی کے مشیر جناب اجیت ڈوبھال نے نشاندہی کی کہ ان کی بڑی آبادی کے باوجود عالمی دہشت گردی میں ہندوستانی

مسلمانوں کی شمولیت ''نا قابل یقین حد تک کم'' ہے۔

اس سے قبل، ستمبر 2014 میں جناب نریندر مودی نے ہندوستان کے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالنے کے فوراً بعد، CNN کے فرید ذکریا کو ایک انٹرویو میں کہا تھا: ''میں سمجھتا ہوں کہ وہ [القاعدہ جیسی دہشت گرد تنظیمیں] ہمارے ملک کے مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کر رہی ہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہندوستانی مسلمان ان کے اشاروں پر ناچیں گے تو وہ فریب ہے۔ ہندوستانی مسلمان ہندوستان کے لیے زندہ رہیں گے۔ وہ بھارت کے لیے مریں گے۔ وہ ہندوستان کے لیے کچھ بھی برا نہیں چاہیں گے۔'' یہ بات وزیر اعظم نے فرید ذکریا کے اس سوال کے جواب میں کہی جس میں ان سے سوال کیا گیا تھا کہ کیا وہ (مودی) القاعدہ کی اس ویڈیو کلپ کے بارے میں فکرمند ہیں جس میں ہندوستان میں القاعدہ کا اڈہ بنانے کی کوشش کا اعلان کیا گیا ہے۔

تین سال بعد وزیر داخلہ راج ناتھ سنگھ نے بھی وزیر اعظم کی بات کو دہراتے ہوئے کہا، ''میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اتنی بڑی آبادی [بھارت میں مسلمانوں کی] ہونے کے باوجود، آئی ایس آئی ایس اپنے قدم جمانے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔''

ہندوستان کی اعلیٰ قیادت کے مسلم کمیونٹی میں ایمان کی حقیقت پر مبنی تصدیق ایک بار پھر صوفان سینٹر نے فراہم کی ہے۔ اپنی اکتوبر 2017 کی رپورٹ میں، مرکز نے 75 ہندوستانیوں کو ''غیر ملکی جنگجو'' کے طور پر درج کیا جو شام اور عراق میں متشدد انتہا پسند گروپوں میں شامل ہونے کے لیے گئے تھے۔

رپورٹ میں ترکی حکام کا حوالہ پیش کرتے ہوئے انکشاف کیا گیا ہے کہ 146 ممالک کے کل 78,153 افراد اپنے ملک کی سلامتی کے لیے خطرہ ہیں اور خدشہ ہے کہ وہ

شام اور عراق میں لڑائی میں شامل ہونے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار جون 2017 کے وسط تک تھے۔

اگر چہ کسی دہشت گرد تنظیم میں شامل ہونا ایک انتہائی مجرمانہ اور قابل مذمت عمل ہے، لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی فیصد (781,53 میں سے 75) جنہوں نے رضا کارانہ طور پر ایسے گروہوں کے لیے لڑنے کے لیے شمولیت اختیار کی بالکل ہی غیر معمولی تھی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے، یہ تعداد - ایک اندازے کے مطابق 200 ملین میں سے 75 - اس سے بھی زیادہ نہ ہونے کے برابر ہے، اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ مجموعی طور پر کمیونٹی نے پرتشدد انتہا پسندی سے پرہیز کیا ہے، اس طرح وزیراعظم نریندر مودی کے اس موقف کو قوت بخشی ہے کہ ہندوستانی مسلمان ایک امن پسند اور ملک کا وفادار شہری ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اپنی جنوری 2019 کی رپورٹ میں، صوفان سینٹر نے انکشاف کیا کہ کس طرح ہندوستانی مسلمان القاعدہ کے جغرافیائی مرکز کے قریب ہونے کے باوجود، جہادی بیانیہ سے خود کو دور رکھنے میں کامیاب رہے ہیں۔ جون 2013 میں جاری ہونے والے ایک ویڈیو پیغام میں ہندوستانی مسلمانوں میں جہادی جذبے میں انحطاط آنے پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے اشتعال انگیز انداز میں مسلمانوں سے پوچھا تھا: ''آپ کے سمندر میں طوفان کیوں نہیں اچھل رہا؟''

ہندوستانی مسلمانوں کے سمندر میں کوئی طوفان نہیں ہے کیونکہ وہ فطری طور پر اعتدال پسند ہیں اور انہوں نے پیغمبر کی درج ذیل انتباہ کو سنجیدگی سے لیا ہے۔

''مذہبی معاملات میں حد سے گزرنے سے بچو، کیونکہ جو لوگ تم سے
پہلے آئے وہ مذہبی معاملات میں حد سے گزر جانے کی وجہ سے تباہ ہو

گئے۔'' (سنن نسائی کی کتاب مناسک الحج)۔

اس کے باوجود آج ہمارے ہندو بھائیوں اور ان کے مذہب کو بچانے کے نام پر مسلمانوں کے ماورائے عدالت قتل، مساجد کو نذر آتش کرنے، مسلمانوں کے سماجی اور معاشی مقاطعے کا مطالبہ اور مسلمانوں کو شہر چھوڑنے یا گھر خالی کرنے کے الٹی میٹم نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اعتدال پسندی کی ضرورت صرف کسی ایک کمیونٹی کے افراد کو نہیں ہے۔

ستمبر 2014 میں، ہمارے وزیر اعظم نے زور دے کر کہا تھا کہ ہندوستان کی ''عدم تشدد سے وابستگی مکمل ہے'' اور یہ ''ہندوستانی معاشرے کے ڈی این اے'' میں پیوست ہے۔ اس نکتے پر مزید زور دینے کے لیے انہوں نے پوچھا: ''جب ہم پوری دنیا کو ایک خاندان سمجھتے ہیں تو ہم کوئی ایسا کام کرنے کا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں جس سے کسی کو نقصان پہنچے؟''

تشدد میں ملوث ہندوستانیوں کو یہ احساس نہیں ہے کہ وہ نہ صرف ہمارے وزیر اعظم کے عدم تشدد کے پیغام کے خلاف جا رہے ہیں بلکہ ہندوستان کو وشوگرو (عالمی رہنما) بنانے کے ان کے خواب کو شرمندہ تعبیر ہونے سے بھی روک رہے ہیں۔ سب کا ساتھ، سب کا وکاس، سب کا وشواس کے نعرے کو نافذ کرتے ہوئے جو اجتماعی اعتماد اور شمولیت کے ذریعے تمام ہندوستانیوں کی جامع ترقی چاہتا ہے۔

یہ اسی وقت ممکن ہے جب تمام مذاہب کے پیروکار (نیز وہ لوگ جو کسی مذہب کو نہیں مانتے) ایک سیکولر، جمہوری ہندوستان میں پر امن طور پر ایک ساتھ رہیں۔

اے۔فیض الرحمن

انجینئر اے۔فیض الرحمن چنئی میں مقیم ایک آزاد محقق اور ''اسلامک فورم فار دی پرموشن آف ماڈریٹ تھاٹ'' کے اساسی سکریٹری جنرل ہیں۔ انہوں نے مدراس یونیورسٹی سے اسلامیات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔

وارث مظہری

حدیث غزوۃ الہند اور اس کا مصداق

ایک ناقدانہ جائزہ

کشمیر کے تنازع کی بنیاد پر ایک عرصے سے پاکستان کی جہادی تنظیموں نے ہندوستان کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ اقدامی اور جارحانہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ شخصی اور خفیہ (proxy) نوعیت کی جنگ ہے جس کی اسلام میں کسی بھی صورت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ اسلام کے تمام تر مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ پاکستان کے معتبر دینی و علمی حلقے اسے محض ایک قومی و سیاسی لڑائی تصور کرتے ہیں۔ اسے اسلامی جہاد کی شکل میں نہیں دیکھتے۔ لیکن پاکستان کی مختلف جہادی تحریکیں، جنھیں ملک کے علما اور اسکالرز کے ایک گروپ کی بڑے پیمانے پر عوامی تائید حاصل ہے، دونوں ملکوں کے اس تنازع کو جہاد کی شکل میں دیکھتی ہیں۔ در اصل پاکستان اور عرب

ممالک کی ریڈیکل مسلم تحریکات کا ذہن پوری طرح ماضی کی استعماری اور حال کی امپریل طاقتوں کی سیاسی ترک تازیوں سے متاثر ہے۔ وہ ان کی سیاسی بالادستی کو کاؤنٹر کرنے کے لیے عالمی اسلامی سیاسی بالادستی کا تصور رکھتی ہیں جو اسلام میں سراسر اجنبی ہے۔ قرآن (الصّف : ۹) میں غلبۂ اسلام سے مراد اسلام کا نظریاتی اور روحانی غلبہ ہے، جیسا کہ قرطبی نے اس کی وضاحت کی ہے

(الجامع لاحکام القرآن ص: ج، ۸ ص، ۸۷)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبرانہ مشن بنیادی طور پر یہی تھا جس میں آپ پوری طرح کامیاب رہے، ورنہ دوسری صورت میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے، جیسا کہ ایک عرب مصنف سلیمان البدر نے دعویٰ کیا تھا کہ (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دینی سطح پر کامیاب لیکن تاریخی سطح پر ناکام رہے۔ (عربی روزنامہ الانباء کویت، ۹ر دسمبر ۱۹۹۶ بحوالہ: عربی ماہنامہ البیان لندن، اپریل/مئی ۱۹۹۷) خود اسلام پر اسلام کے ماننے والوں کی طرف سے کیے جانے والے ظلم وستم میں سے ایک بڑا ظلم یہ ہے کہ آج غیر مسلموں کے ساتھ پیش آنے والی ہر چھوٹی بڑی قومی اور علاقائی بنیادوں پر واقع ہونے والی لڑائی اور تنازع کو جہاد سے موسوم کر دیا جاتا ہے۔ اس سے دنیا بھر میں اسلام کی رسوائی ہو رہی ہے۔

ہند و پاک کے مابین کشمیر کا تنازعہ عرصے سے جاری ہے جس کو حل کرنے کی مختلف سطحوں پر کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ اس تعلق سے پاکستان کے حصے میں آنے والی ناکامیوں اور مایوسیوں کی بنا پر وہاں کی جہادی تحریکوں کے علاوہ علما اور اہل دانش کی ایک بہت بڑی تعداد نے بھی اسے اسلامی جہاد وقتال سے تعبیر کرنا شروع کر دیا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اسے بعض معروف علما کی طرف سے فرض عین قرار دینے کی کوشش بھی کی جاتی رہی ہے۔ اب

جہاد کو ہی غایت اور وسیلہ سمجھنے کی بالقصد غلطی میں مبتلا ایک بڑا جہادی حلقہ کشمیر سے متعلق اپنے نام نہاد جہاد کو عین اس حدیث رسول کا مصداق تصور کرنے لگا ہے جس میں ہندوستان پر غزوے کی بات کہی گئی ہے۔ نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: وَعَدَنَا رَسُولُ االلهِ صلىٰ الله عليه وآله وسلم فِي غَزْوَةِ الْهِنْدِ، فَإِنْ اسْتُشْهِدْتُ كُنْتُ مِنْ خَيْرِ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ رَجَعْتُ فَأَنَا أَبُوهُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا۔ اگر مجھے اس میں شرکت کا موقع مل گیا تو میں اپنی جان و مال اس میں خرچ کردوں گا۔ اگر قتل ہوگیا تو میں افضل ترین شہدا میں شمار ہوں گا اور اگر واپس لوٹ آیا تو ایک آزاد ابوہریرہ ہوں گا۔'' (مسند احمد، حدیث:۷۱۲۸)

اس قبیل کی ایک دوسری روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ االلهِ صلى الله عليه وآله وسلم عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا االلهُ مِنْ النَّارِ: عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام

''میری امت میں دو گروہ ایسے ہوں گے جنھیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے

محفوظ کر دیا ہے۔ ایک گروہ ہندوستان پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا
گروہ وہ ہے جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوگا''۔(حدیث:۳۱۷۵)

الفاظ کی کمی زیادتی کے ساتھ نسائی کے علاوہ یہ حدیث مسند احمد بن حنبل، بیہقی اور طبرانی وغیرہ میں بھی نقل کی گئی ہے۔ کشمیر کے مسئلے پر اس حدیث کے انطباق سے مختلف ملکوں میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جاری کش مکش کے مقابلے میں اس کی حیثیت بالکل منفرد اور ممتاز ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں اس بات کا امکان شدید طور پر بڑھ جاتا ہے کہ ہندوستان کے ساتھ غزوے کی ''فضیلت'' کے مدنظر شہادت کے لیے دنیا کے مختلف خطوں سے تعلق رکھنے والے بے تاب افراد اور جماعتیں کشمیر کو اپنی امیدوں کا مرکز تصور کر لیں۔ فی الواقع بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ انٹرنیٹ پر غزوۃ الہند کے تعلق سے مختلف سائٹس اس نقطہ نظر کی تبلیغ میں مشغول ہیں۔ پاکستان میں اس موضوع پر مقالات شائع ہوتے رہے ہیں۔ ہمارے سامنے پاکستان کے مؤقر اردو مجلّے ''محدث'' لاہور کا اگست ۲۰۰۳ کا شمارہ ہے۔ اس میں غزوۂ ہند پر بیس صفحات کا ایک مضمون شامل ہے۔ مقالہ نگار کا نام ڈاکٹر عصمت اللہ ہے۔ اس میں کشمیر کے نام نہاد جہاد کو اس حدیث پر منطبق کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اسی حدیث کے تحت پاکستان کے نام نہاد جہادیوں کی ایک تعداد پورے ہندوستان کے ساتھ جہاد و قتال کی بات کرتی ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ اس میں ملوث بھی ہے، لیکن ''محدث'' نے مذکورہ مقالے میں واضح طور پر اس نقطہ نظر سے اختلاف کیا ہے اور جا بجا فٹ نوٹس میں اس پر عالمانہ تنقید کی ہے۔ پاکستان کے مؤقر دینی و علمی پرچوں میں یہ بحث نظر نہیں آتی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں کی غالب رائے اس کے خلاف ہے۔ لیکن اس تعلق سے قابل غور نکتہ یہ ہے کہ موجودہ جہادی مزاج کی ترکیب میں علم و دلائل کو کم اور اندھی جذباتیت اور موجودہ سیاسی صورت حال سے

متاثر ردعمل کی نفسیات کو دخل زیادہ ہے۔ پاکستان سمیت عرب وغرب کی ساری جہادی تحریکات اسی ضمن میں آتی ہیں۔ اس لیے بجا طور پر یہ حدیث ان کے ہاتھوں کا کھلونا بنی ہوئی ہے اور مزید بن سکتی ہے۔ معصوم ذہنوں کو اس سے پھانسنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ قابل تشویش بات یہ ہے کہ اس حدیث کے تحت تا قیامت جہاد کا تصور قائم رہتا ہے۔ یہ نہایت افسوس ناک پہلو ہے۔ اس جہاد کی زد ہندوستانی مسلمانوں پر جس طرح پڑ رہی ہے اور پڑ سکتی ہے، وہ بالکل ظاہر ہے۔ اس اعتبار سے یہ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں کے سنجیدہ فکر علما و اہل دانش کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

بدقسمتی سے جہاد سے متعلق نظریہ ان اسلامی نظریات میں سے ایک ہے جو فراط وتفریط کا سب سے زیادہ شکار ہوئے ہیں۔ اس کی ابتدا اسلام کی پہلی صدی سے ہی ہو گئی تھی جب مسلمانوں کی باہمی جنگ و جدال کو ایک گروہ نے جہاد کے ہی نقطہ نظر سے دیکھنے کی کوشش کی۔ بخاری کی کئی روایتوں میں حضرت عبداللہ بن عمر کی اس پر تنقید موجود ہے۔ جہاد و قتال کی اس غلط تعبیر و تشریح کی مستقل روایت کا نتیجہ ہے کہ دوسروں کے ذریعے کیے جانے والے ہر غیر انسانی اور غیر اخلاقی اعمال کو اپنے لیے حلال اور دینی کارنامہ سمجھ لیا گیا جس کی ایک بدترین مثال خودکش حملہ ہے۔ اس کے علاوہ غیر حکومتی (پرائیویٹ) سطح پر جہاد کا تصور بھی اس کی نمایاں مثال ہے۔

اس حدیث سے متعلق غور وفکر کے چند اہم پہلو درج ذیل ہیں:

پہلی بات تو یہ کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سے صرف نسائی میں مذکور ہوئی ہے، حالاں کہ اس حدیث میں غزوۃ الہند کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے، اس کا تقاضا تھا کہ یہ صحابۂ کرام خصوصاً اکابر صحابہؓ کے درمیان زیادہ سے زیادہ مشہور ہو اور فتح قسطنطنیہ (ترکی) کی پیش

گوئی کی طرح بلکہ اس سے زیادہ اس کو اہمیت حاصل ہو۔ فتح قسطنطنیہ سے متعلق احادیث صحیحین میں واضح الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث کو مشہور حدیث اسکالر علامہ البانی اور بعض دوسرے محققین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں باضابطہ اس جملے کے ساتھ اس سے متعلق حدیث روایت کی گئی ہے کہ: ''سندھ و ہند کی طرف لشکر کی روانگی ہوگی''۔ اس سے اس شبہے کو تقویت ملتی ہے کہ ہو نہ ہو، یہ حدیث دور اموی میں اسی خاص سیاسی مقصد کے لیے وضع کی گئی ہو۔''

اگر یہ حدیث صحیح ہو تو حقیقت میں اس کی پیش گوئی اسلام کے ابتدائی دور میں ہی پوری ہو چکی ہے۔ علما کی اکثریت اس پر متفق ہے اور یہی بات عقل و قیاس کے عین مطابق ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت ۱۵ھ میں حضرت حکمؓ اور حضرت مغیرہ بن العاصؓ کے ذریعے تھانہ، بھروچ وغیرہ اور اس کے بعد حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت میں سندھ و گجرات کے مختلف شہروں کے راستے سے صحابۂ کرامؓ نے ہندوستان میں قدم رکھا اور دعوتی و سیاسی سطح پر اسلام کے تعارف و اشاعت کی کوششیں کیں۔

بعض علما اور شارحین حدیث کی رائے میں اس میں ۷۱۱ء محمد بن قاسم ثقفی کے ذریعے سندھ پر کیا جانے والا حملہ مراد ہے جو بڑے پیمانے پر ہندوستان میں اسلام کی اشاعت اور استحکام کا ذریعہ بنا۔ حدیث کے صحیح ہونے کی صورت میں بظاہر یہ واقعہ حدیث کا قریب ترین مصداق نظر آتا ہے۔ محدث کے مذکورہ مقالے میں ادارے کی طرف سے تنقیدی نوٹ میں اسی کو ترجیح دیا گیا ہے۔

اس حدیث سے واضح طور پر کسی متعین واقعے (غزوے) کو ہی مراد لیا جا سکتا ہے نہ کہ

واقعات (غزوات) کا تسلسل، جیسا کہ اوپر ذکر کردہ مضمون میں ثابت کرنے کی کوشش گئی ہے۔ بعض دیگر علما کو بھی یہ خیال گزرا ہے جو سراسر حدیث کے الفاظ اور مضمون کے خلاف ہے۔

نہایت اہم سوال ہے کہ کیا برصغیر ہند پر مسلم حکمرانوں کی طرف سے متعدد اور مسلسل جنگی یا جہادی کارروائیوں، تقریباً ۶۰۰ سال تک برصغیر ہند پر مسلمانوں کی حکومت اور اس کی آدھی آبادی کے اہل اسلام پر مشتمل ہونے کے باوجود اس بات کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ اس کو جہاد و قتال کا ہدف قرار دیا جائے؟ برصغیر ہند میں اب باضابطہ دو مسلم ملک وجود میں آچکے ہیں۔ موجودہ ہندوستان میں اسلام کی پر امن دعوت کے تمام تر ذرائع اور امکانات موجود ہیں۔ یہ پہلو اس کے علاوہ ہے کہ دونوں ملک باہم اشتراک و تعاون کے معاہدوں سے جڑے ہوئے ہیں اور علما کی متفقہ رائے کے مطابق آج پوری دنیا ایک عملی معاہدے کے تحت زندگی گزار رہی ہے۔ اس صورت حال میں کشمیر کی نام نہاد آزادی کے نام پر کی جانے والی 'پراکسی' جنگ فریق ثانی کے ساتھ دھوکے کی کارروائی اور اسلام کے تسلیم شدہ اصولوں کے ساتھ کھلی بغاوت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، امیر تیمور، نادر شاہ وغیرہ مسلم حکمرانوں کے لیے یہ بہت آسان تھا کہ وہ اس حدیث کو ہندوستان پر اپنی لشکر کشی کے جواز کے طور پر پیش کریں۔ ان کے درباری علما انھیں یہ نکتہ سمجھا سکتے تھے، لیکن ہندوستانی تاریخ پر لکھی گئی کتابوں میں ان کے حالات میں یہ بات نہیں ملتی۔ شاہ ولی اللہؒ نے مراٹھوں کے زور کو توڑنے کے لیے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر چڑھائی کی دعوت دی، لیکن انھوں نے اس حدیث کو دلیل نہیں بنایا۔

پیغمبرانہ پیش گوئیوں کے تعلق سے یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ ان کی زبان بالواسطہ اور علامتی ہوتی ہے۔ اس کے صحیح مفہوم و مصداق تک پہنچنا آسان نہیں ہوتا۔ اس

کے لیے بہت کچھ تاویل وقیاس کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے ان کی توجیہ وتفہیم محض امکانی اور قیاسی حد تک ہی ممکن ہے۔

بہر حال یہ اندھی اور افسوس ناک جسارت ہے کہ غزوۃ الہند سے متعلق حدیث کو نام نہاد جہاد کشمیر اور ہند و پاک کی محاذ آرائی پر محمول کیا جائے۔ یہ صریح طور پر اللہ کے رسول کے ساتھ آپ کے نام نہاد متبعین کی طرف سے برتا جانے والا ظلم ہے۔ برصغیر ہند و پاک کی جہادی تحریکات اپنی نفسیات اور طرز عمل میں خوارج کی طرح ہیں جن سے متعلق پیغمبر اسلام نے واضح پیش گوئی کی تھی کہ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے کہ جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ وہ انھی کی طرح سے، جیسا کہ حضرت علیؓ نے ان سے متعلق کہا تھا، کلمۂ حق سے باطل مراد لیتے ہیں۔ (كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِلُ)

اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اہل علم وفکر خصوصاً علما کا طبقہ اسلامی نصوص کے ساتھ اس کھلواڑ اور احیائے اسلام کے نام پر تخریب اسلام کی کوشش کا سخت نوٹس لے۔ جہاد اسلام میں فتنے کے خاتمے کے لیے مشروع کیا گیا، لیکن اس وقت فتنہ پھیلانے کے لیے جہاد کیا جا رہا ہے۔ عوام کو اس پہلو کی خطرناکیوں اور اس کے نتائج سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تعلق سے ہند و پاک کے علما کی ذمہ داری خاص طور پر بڑھی ہوئی ہے۔ مسلم حلقوں کی طرف سے دہشت گردی کے الزامات کے دفاع کے لیے جہاں آئے دن سیمینار اور کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں، وہیں باضابطہ طور پر ایسے علمی پروگراموں کے بھی انعقاد کی ضرورت ہے جن کے ذریعے اسلام کے نام پر فساد کی کارروائیوں کا جائزہ لیا جا سکے۔

اسلامی جہاد کے روایتی تصورات پر نظر ثانی کی شدید ضرورت ہے۔ اقدامی جہاد کا تصور بالکل غلط ہے اور علامہ یوسف قرضاوی کی اس موضوع پر اہم کتاب: ''فقہ الجہاد''

نے اس حقیقت کو ناقابل انکار دلائل سے واضح کر دیا ہے۔ اسلام کی سیاسی فکر میں پائے جانے والے خلا اور تضادات کو نظری سطح پر جب تک دور نہ کیا جائے، آج کے جمہوری اور مشترکہ معاشرے کے ساتھ اس کے تصادم کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے مسلمانوں کے اندر ایک شدید اجتماعی اخلاقی بحران کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ صرف الزامات کا لفظی سطح پر دفاع اور دہشت گردی کی سادہ اور عمومی انداز کی مذمت کافی نہیں ہے۔

وارث مظہری

ڈاکٹر وارث مظہری، مصنف اور اسلامی اسکالر، فاضل دارالعلوم دیوبند اور جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی سے پی ایچ ڈی ہیں۔ فی الحال شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی میں سینئر اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

مفتی محمد اطہر شمسی

غزوۂ ہند سے متعلق روایات قرآنی تناظر میں

غزوۂ ہند سے متعلق دو روایات بیان کی جاتی ہیں ۔ان دونوں روایات کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سخت طور پر مشکوک ہے۔

کسی بھی روایت کو جانچنے کے دوسرے تکنیکی معیارات کے علاوہ ایک سادہ معیار یہ بھی ہے کہ کیا مبینہ روایت قرآن اور اس کے فکری و اخلاقی فریم ورک سے ہم آہنگ ہے یا نہیں ۔اگر کوئی روایت قرآن اور قرآن کے بنیادی فکری فریم ورک سے ہم آہنگ نہ ہوتو وہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوسکتی ۔ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی بات نہیں فرما سکتے ہیں جو قرآن کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہو۔

غزوہ ہند سے متعلق عام طور پر دو روایات بیان کی جاتی ہیں ۔ان دونوں روایات کے ساتھ ایک مشکل تو وہ ہے جسے ہم روایت کو جانچنے کا تکنیکی معیار کہتے ہیں ۔ظاہر ہے کہ یہ روایات فن حدیث میں مروجہ استناد کے معیار پر پوری نہیں اترتیں ۔اسی وجہ سے اہل علم نے

ان روایات کو کبھی مستند حدیث کا درجہ نہیں دیا۔ اس موضوع پر اسی کتابچہ میں مولانا محمد ذکوان ندوی اور اور ڈاکٹر وارث مظہری تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ ان روایات کے ساتھ ایک دوسری بڑی مشکل یہ ہے کہ یہ روایات قتال کے قرآنی تصور سے نہ صرف یہ کہ یکسر مغایر بلکہ متصادم ہیں۔ جہاد سے متعلق تمام آیات کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جنگ قرآن کے نزدیک محض دفاعی ہے۔ قرآن میں ایسی کسی جنگ کا کوئی تصور نہیں ملتا جسے اقدامی کہا جا سکے۔ اس کے برعکس غزوہ ہند سے متعلق روایات ہندوستان کے خلاف جنگ کو ایک مقدس فریضہ قرار دیتی ہیں حالانکہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہندوستان نام کے کسی ملک میں مسلمانوں پر کبھی ظلم ہوا اور نہ ہندوستان کے کسی حکمران نے کبھی اسلام کے خلاف کوئی جنگ کی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان کے خلاف جنگ کی ترغیب کیسے دے سکتے تھے۔ ان تمام تفصیلات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ ہند سے متعلق بیان کی جانے والی روایات کم از کم اپنی Face Value کے لحاظ سے یکسر موضوع اور فرضی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان کے خلاف جنگ یا غزوہ ہند کی کبھی کوئی ترغیب نہیں دی۔ جو لوگ ہندوستان کے خلاف اپنی مذموم جنگ کو جاری رکھنے کے لیے ان روایات کا استعمال کرتے ہیں وہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب من گھڑت باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ اسلام کے سخت مجرم ہیں۔ علماء پر فرض ہے کہ وہ اسلام کے ایسے مجرمین کو ایکسپوز کریں۔

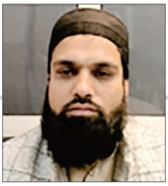

مفتی محمد اطہر شمسی

مفتی اطہر شمسی مدرسہ مظاہر العلوم جدید، سہارنپور سے فارغ التحصیل عالم ہیں اور القرآن اکیڈمی کیرانہ، ضلع شاملی (یوپی) کے بانی و ڈائریکٹر ہیں جو قرآن کے سائنٹفک اور سماجی نظریات کو عوام الناس تک پہنچانے کا کام انجام دے رہے ہیں۔

مولانا کلب رشید رضوی

غزوۂ ہند نظریے کو مسترد کریں

کچھ گلہ ان سے ہے جو بولتے ہیں کچھ گلہ ان سے ہے جو سنتے ہیں کچھ گلہ ان سے ہے جو سننے سنانے کے درمیان باتوں کو ریکارڈ کرتے ہیں اور ان کا غلط مطلب نکالتے ہیں اور پھر وہ مطلب منفی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور پھر وہ غلط مطلب نئی نسل تک پہنچ جاتا ہے پھر آپ اس لگی ہوئی آگ کو جس طرح بھی بجھانا چاہیں نہیں بجھا سکتے جب تک آپ کھلے طور پر عام اور صاف الفاظ میں انکار نہ کریں۔

آپ کی صحاح ستہ میں لکھی ہو یا ہماری چار کتابوں میں لکھی ہو یا میری اور آپ کی کیا ریسرچ ہے ان لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا اس بات سے کہ کتنی گفتگوں کر رہے ہیں ہندوں کے شعور میں یہ بات پیوست ہے کہ مسلمان ہمارے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ ان کا ہدف ہمیں صفِ ہستی سے مٹانا ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اس سے قبل کہ یہ ہمیں مارے کاٹیں ہم اقدامی کارروائی کرتے ہوئے ان کو نیست و نابود کر دیں۔ حدیثوں کی کتابوں میں ایسی بہت ساری

حدیثیں ہیں جنہیں حدیثوں کی جگہ حدیث کے نام سے بٹھادیا گیا ہے۔غزوہ ہندوالی رویات بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔ میں مان ہی نہیں سکتا ایسے کسی جملہ یا ایسی کسی بات کو جس سے کسی کے قتل یا کسی کے قتل کے منصوبہ کی بو آے۔

ایک خاص بات ہندوستان کے ٹیلی ویژن چینلوں پر جو ہمارے ہندوں بھائی بڑے بڑے اینکر ہیں ان لوگوں نے اس حدیث سے کتنا فائدہ اٹھایا ہے اس بات کو بیان کرنے کے لئے کہ خدانہ کرے اسلام نفرت کی باتوں کو پھیلاتا ہے۔جبکہ آپ بہتر جانتے ہیں ہم لوگوں کی زندگی میں پیار بھرا ہے۔آج ہم جب بھی کسی ہندو بھائی سے بات کرتے ہیں خدا جانتا ہے یہ سارے علماء ان میں سے کوئی منافقت سے بات نہیں کرتا ہے۔ان میں سے سب یقین کے ساتھ بات کرتے ہیں کہ یہ میرا بھائی ہے میرا ہمسایہ ہے میرا ہم زبان ہے میرا ہم وطن ہے اس کے علاوہ ہمارے ذہنوں میں کچھ نہیں رہتا ہے۔ٹیلی ویژن کے مباحثوں سے آج یہ نقصان پہنچا ہے کہ ہندوستان کے ٹیلی ویژن پر جو مولوی بلائے جاتے ہیں جب ان کے سامنے غزوہ ہندوالی حدیث پڑھی جاتی ہے خدا کی قسم کوئی ایک مولوی اس کی رد نہیں کرتا خاموش رہتے ہیں۔ارے بھائی اس کا انکار کردوا۔ کہہ دوایسی کوئی حدیث ہی نہیں ہے۔ہم غزوہ ہند کی حدیث کو قطعاً نہیں مانتے۔ برملا اعلان کردو کہ میں اپنی جانب سے اوران علماء کی جانب سے ملت مسلمہ کی طرف سے ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے اس کی مذمت کرتا ہوں۔اس حدیث کا غلط استعمال میڈیا میں کیا گیا ہے اور ہم بتانا چاہتے ہیں ہمارے یہاں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے اور نہ ہم اسے مانتے ہیں نہ راوی کو اور نہ روایت کو مانتے ہیں۔ میں تمام علماء سے گزارش کروں گا جب بھی کسی ایسے موضوع پر بات ہو یا ٹیلی ویژن چینل پر مباحثہ میں سے شرکت سے قبل اس موضوع پر اچھی طریقہ سے تیاری کرلیں کیونکہ آپ کی بات رکارڈ کرکے ہندوں کو سنائی جائے گی۔ میرے پاس اسلام کا جتنا علم ہے اس کی روشنی میں میں یہ دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کی اسلام کسی اقدامی جنگ کا اعلان ہندوستان کے ساتھ نہیں کرتا ہے۔میں محمد بن قاسم کے حملے کو اسلامی حملہ قرار نہیں دیتا۔میں پھر گزارش کرتا ہوں آنے والے وقت میں تمام وہ علماء وہ تمام لکھنے والے

وہ تمام اپنے درس وتدریس کے ذریعہ سے عوام میں چندلوگوں کومتاثر کرنے والے اور بالخصوص علی الخصوص وہ لوگ جن کو ہندوں بھائی تھوڑی بہت تک سنتے ہیں اور پسند کرتے ہیں ان کی ذمہ داری ہے مبھم بات نہ کریں۔ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کی حتی المقدور سعی کریں۔یہ نہایت ہی ضروری ہے۔

مولانا کلب رشید رضوی

مولانا ڈاکٹر سید کلب رشید رضوی، معروف شیعہ عالم دین، معروف خطیب، سوشل ریفارمر اور راشٹریہ علماء پارلیمنٹ کے سکریٹری جنرل ہیں۔

عبدالمعید ازہری

غزوۂ ہند کا انتظار کس کو ہے؟

جب کبھی بھی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کسی طرح کا کوئی سیاسی تنازعہ کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت عام مسلمانوں کو ایک جبری بحث میں الجھا دیا جاتا ہے۔ اس بحث کا نام غزوہ ہند ہے۔ یہ مدعی پچھلے کئی برسوں سے عام مسلمانوں کو ان کے اصل مدعے یعنی تعلیم، سیاسی و معاشی استحکام، کاروباری مشارکت وغیرہ سے ہٹانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس کی شروعات اکثر پاکستان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس غزوہ ہند کا جو خلاصہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ: ”ابھی پاکستان کی جانب سے ہندوستان پر ایک جنگ ہونی ہے جس میں پاکستان کو فتح ہوگی اور اس جنگ کی بشارت خود پیغمبر اسلام نے دی ہے“۔ یہ وہ جبری بحث ہے جس میں عام مسلمانوں کو الجھا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ کسی اور دہشت گرد تنظیم کی طرح یہاں بھی مسلمانوں کو بشارت دی

جاتی ہے کہ اس جنگ میں شریک ہونے والا خوش نصیب ہوگا اور جنتی ہوگا۔ پچھلی ایک صدی سے سیاسی مسلمانوں نے مذہبی اور دینی مسلمانوں کو اسی طرح کی جبری اور ذاتی تشریحات میں الجھا رکھا ہے۔

سب سے پہلے تو غزوہ ہند کی روایت کے تعلق سے یہ جاننا ضروری ہے کہ ابھی تک پاکستان کے چند علماء کے علاوہ کسی نے بھی اس کی صحت کی بات نہیں کی ہے۔ ہندوستان سمیت دنیا کے دیگر مسلم ممالک میں بھی اس روایت کا کوئی خاص ذکر نہیں ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس روایت کی بشارت کا ذکر ہوتا ہے اس میں پاکستان کا وجود ہی کہاں ہے۔ ہندوستان اور چین کا ذکر تو ہے اور دور نبوی میں ان کے موجود ہونے کے ثبوت بھی ہیں لیکن پاکستان تو خود ہی اس وقت ہندوستان کا حصہ تھا۔ پاکستان کے چند علماء نے اسے اپنی فوج کیسے تصور کر لیا یہ سنجیدگی سے قابل غور ہے۔ اس وقت کا ہندوستان تو برما، افغانستان بنگلہ دیش اور کچھ روایتوں کے مطابق نیپال بھی اس کا حصہ تھا۔ بیان کردہ روایت میں یہ ذکر ہے کہ فوج کا گزر سندھ سے ہوگا۔ اب سندھ سے گزرنے والی فوج پاکستان کی ہوگی اس کا کہیں دور دور تک ذکر نہیں ہے۔

یہاں اس بات کا بھی ذکر ضروری ہے کہ جن لوگوں کا موقف غزوہ ہند کا ہے ان میں سے اکثر کا تعلق ایک خاص فکر کی جماعت سے ہے۔ ان کے تعلق سے یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ وہ پاکستان کو جنگ میں الجھائے رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ پاکستان بھی دیگر ممالک کی طرح امن کی راہ پر چل کر دیگر ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ممالک کی مانند ملک اور ملت کو ترقی دلائے۔ ان لوگوں نے ہند و پاک میں یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ انہیں ایک اللہ کی حکومت قائم کرنی ہے اور یہاں سے کفر و شرک کے نشانات مٹا دینے ہیں۔ جب کہ انہیں افراد کے سامنے خود اپنے ہی درمیان ظلم و نفاق کی گہری اور خونریز روایتیں موجود ہیں۔

ایک پہلو یہ ہے کہ اس روایت میں بیان کردہ اور بھی نشانیاں ہیں۔غزوہ ہند سے متعلق جتنی بھی روایتیں بیان ہوتی ہیں ان میں کہیں بھی پاکستان کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرا نہایت ہی اہم پہلو یہ ہے کہ غزوہ ہند کوئی آنے والی جنگ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہوگئی ہے۔اور وہ کسی ملک کی کسی دوسرے ملک کو فتح کرنے کی جنگ نہیں ہے بلکہ کچھ مظلومین کی حفاظت میں ایک ظالم کے خلاف جنگ ہے۔

یہ وہی جنگ جو محمد بن قاسم سے منسوب ہے۔اس تاریخ کی روایت میں بھی جس جنگ کا ذکر ہے اس کا مقصد اسلام کی تبلیغ نہیں تھا اور نہ وہ مسلم فوج کی غیر مسلموں پر لشکر کشی کا معاملہ تھا۔تاریخ کے مطابق ہندوستان کے ایک راجا نے یہاں کی کچھ غیر مسلم خواتین کو قید کر لیا تھا۔ ان خواتین میں سے کچھ نے محمد بن قاسم کے بارے میں سن رکھا تھا کہ وہ مظلوموں کی فریاد سنتے ہیں۔لہٰذا ان قیدی خواتین نے اپنی مدد کے لئے محمد بن قاسم کو خط بھجوایا جو اس وقت ایک مسلم کمانڈر تھے۔خط ملتے ہیں وہ اپنے کچھ رفقاء کے ساتھ اس راجا کے چنگل سے ان خواتین کو بچانے کے لئے آ گئے۔اس لڑائی کو کچھ لوگوں نے ہندوستان پر چڑھائی سے تعبیر کیا ہے۔

ہندوستانی عام مسلمانوں کی پہلی لڑائی ان کی اپنی سیاسی قیادت سے جنہوں نے ہر دور میں ان کا سیاسی سودا کیا ہے اور اس کے بدلے میں انہوں نے اپنے مفاد کے گھر تعمیر کیے ہیں۔دوسری لڑائی مذہبی قیادت سے بھی جنہوں نے مسلمانوں کو اتنے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا کہ پوری دنیا کو اتحاد کا پیغام دینے والی مسلم قوم دنیا کی سب سے بکھری ہوئی قوم بن گئی ہے۔ان دونوں ہی لڑائی کا ذریعہ تعلیم اور اپنے اسلاف کی روایتوں سے وابستگی ہے۔ ہمارے صوفیوں نے جو راستے اختیار کیے، جو طریقے بتائے اور جس طرح سے بقائے باہم کی شدید کوششیں کی ہیں، ہمیں انہیں روایتوں کو اپنانا ہوگا۔انتشار اور نفرتوں کی روایتوں کو

ترک کرنا ہوگا۔ ظلم اور ناانصافی کو مذہب سے جوڑ کر دیکھنے کی بجائے انسانیت سے جوڑ کر دیکھنا ہوگا۔ ظالم صرف ظالم ہے۔ اس کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ اس کا لباس کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ اس کی زبان اور جگہ کچھ بھی ہوسکتی ہے۔ زبان، مکان اور لباس سے ظلم طے کرنا اس وقت کا سب سے بڑا ظلم ہے۔ میں یہاں عرض کرنا چاہوں گا کہ میں نے قاہرہ میں واقع دنیا کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی ہے۔ جامعہ ازہر کے اپنے قیام کے دوران میں نے کبھی بھی نہ تو اپنے اساتذہ، ہم جماعتوں یا عرب ومصر و کے کسی جید عالم سے غزوہ ہند کی حدیث کی حمایت میں۔ جس کا بیانیہ پڑوسی ملک نے کافی شدومد سے چلایا۔ کچھ بھی نہیں سنا۔ وہ لوگ اس پر قطعاً یقین نہیں رکھتے کہ اسلامی تعلیمات میں غزوہ ہند جیسا کوئی معرکہ مستقبل میں پیش آنے والا ہے۔

عبدالمعید ازہری

عبدالمعید ازہری ایک اسلامی اسکالر اور متعدد ہندی، اردو اخبارات اور رسائل کے کالم نگار ہیں۔ وہ عالمی شہرت یافتہ اسلامی یونیورسٹی، الازہر، قاہرہ، مصر سے فارغ التحصیل ہیں اور نیا 'سویرا' نیوز پورٹل کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

ڈاکٹر روچیکا اروڑہ

غزوۂ ہند ایک غلط نظریہ

میں نے پہلی بار غزوہ ہند کی اصطلاح کو OTT پلیٹ فارم Netflix کے ذریعے 'سیکرڈ گیمز' نامی ایک ہندوستانی ویب سیریز میں سنا۔ سیکرڈ گیمز، سیزن ٹو میں ایک اہم پلاٹ پوائنٹ کے طور پر نظریہ غزوۂ ہند کو استعمال کیا گیا، جہاں کہانی شاہد خان نامی ایک پاکستانی کے گرد گھومتی ہے، جس نے غزوہِ ہند کی قیادت کرنے کے لیے اپنا ایک دہشت گرد سیل بنایا تھا۔ اس سلسلے کے میرے اندر تجسس پیدا ہوا، اور میں نے اس نظریہ پر تحقیق شروع کی۔

تحقیق کے دوران بہت سے سوالات نے جنم لیا، خاص طور پر چونکہ میں ایک ہندو پس منظر سے آتی ہوں، اور تین مختلف براعظموں ۔شمالی امریکہ، یورپ اور ہندوستان میں رہ چکی ہوں جیسے کیا میں نے پہلے کبھی اس اصطلاح کا سامنا کیا ہے؟ کیا میں اس نظریے سے ڈرتی ہوں؟ کیا مجھے خوفزدہ ہونا چاہئے، کیونکہ میں اس وقت ہندوستان میں ہندو مذہبی اقدار

کے ساتھ رہتی ہوں؟ ان میں سے کوئی بھی سوال زمینی حقیقت پر درست نہیں۔

اسلامی فن تعمیر، فن اور ثقافت کے شعبے میں ایک ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے، اور آغا خان ٹرسٹ جیسی تنظیموں سے وابستہ رہی ہوں، بنیادی طور پر دہلی، آگرہ اور کشمیر میں مسلم ثقافتوں میں تحقیقی کام انجام دیا، مجھے کبھی کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

غزوہ ہند کیا ہے؟

''غزوہ'' ایک عربی لفظ ہے جس کا مطلب ہے کسی چیز کو حاصل کرنا یا کسی مشن کو انجام دینا۔ اسلامی مذہبی لٹریچر میں، اس کا تعلق ان مہمات اور جنگوں سے تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی طور پر لڑی تھیں، اور یہ سب دفاعی نوعیت کے تھیں، جنہیں عام طور پر غزوہ کہا جاتا ہے۔

احادیث کیا بتاتی ہیں؟

احادیث کی تالیفات میں حوالہ جات ہیں، اگرچہ بہت سے علماء نے اسے مستند قرار نہیں دیا ہے۔ احادیث میں مبینہ طور پر ہندوستان پر حملے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ کیا یہ احادیث صحیح ہیں؟ اگر ایسا ہے تو انہیں آج کے تناظر میں کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟

احادیث کی چھ تالیفات جنہیں صحاح ستہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ مستند سمجھی جاتی ہیں، اور علماء کے اجماع کے ذریعے ان کو سند کے اعتبار سے درجہ دیا گیا ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ صحاح ستہ میں سے واحد تالیف جس میں غزوہ ہند سے متعلق احادیث کے اقتباسات ہیں، چھ جلدوں میں سے سند کے اعتبار سے پانچویں نمبر پر ہے۔

حدیث کی اس جلد میں غزوہ ہند سے متعلق صرف تین حدیثیں ہیں جن میں سے دو کو

ضعیف اور ایک کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

غزوہ ہند کے متعلق احادیث صرف نسائی میں موجود ہیں۔ تاہم اگر اس روایت کو ثقہ بھی سمجھا جائے تو بھی واضح رہے کہ تشدد اور لڑائی جھگڑے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یہ صرف ایک گروہ کے بارے میں بات کرتا ہے جو ہندوستان میں ایک مشن شروع کر رہا ہے جسے جہنم کی آگ سے پناہ دی جائے گی۔

اس کی غلط تشریح کیسے کی جاسکتی ہے؟

غزوہ ہند، ایک جھوٹی داستان کے سوا کچھ نہیں ہے، اور اسلامی لٹریچر میں استعمال ہونے والی ایک اصطلاح جسے بعض مسلمان انتہا پسندوں نے ہندوستان کو فتح کرنے کے لیے مسلمانوں کی طرف سے مبینہ فوجی جنگ کا حوالہ دیا ہے۔ کچھ انتہا پسند گروہوں نے اس اصطلاح کو بھارت کے خلاف دہشت گردانہ کارروائیوں کو جواز فراہم کرنے کے لیے استعمال کیا ہے، اور اسے نفرت پھیلانے اور تشدد کو ہوا دینے کے لیے ایک پروپیگنڈے کا آلہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس تصور کی مرکزی دھارے کی اسلامی الہیات یا تاریخ میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔

اس کے وجود کا دعویٰ کرنے کے لیے کوئی ٹھوس حوالہ یا ثبوت نہیں ہے، یہ تشریحات محض تاریخی ٹکڑوں سے مستعار شدہ نظریات ہیں، سیاسی ایجنڈا بنانے کے لیے اپنے وقت کے سیاق وسباق کو نظر انداز کر کے۔

یہ اصطلاح کب وجود میں آئی ؟

اسے پاکستان کے کچھ انتہا پسند علماء جیسے ڈاکٹر اسرار احمد نے خاص طور پر نو جوان نسل کے لیے' آخرت کی زندگی' کے لیے ایک مارکیٹنگ آلہ کے طور پر استعمال کیا ہے، جو ان کی موجودہ زندگی کو برباد کرنے کے سوا کچھ نہیں کر رہا۔

لیکن کیا یہ واقعی صرف ہندوستان کے بارے میں ہے؟

مختلف محققین اور علماء نے غزوہ ہند کی اصطلاح میں 'ہند' کو ہندوستان قرار دیا ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس اصطلاح کو سمجھتے وقت وقت کے سیاق وسباق کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

ہندوستان فارسی کے لفظ ہندو سے ماخوذ ہے جس کا مصدر سنسکرت کی اصطلاح سندھو (سات دریاؤں کی سرزمین) ہے۔ بعض لسانی وجوہات کی بنا پر یہ لفظ ''ہند'' میں تبدیل ہو گیا۔ خیال رہے کہ اس وقت ''ہند'' پورے برصغیر پر محیط تھا، جس میں موجودہ افغانستان، بنگلہ دیش، بھوٹان، بھارت، مالدیپ، نیپال، پاکستان اور سری لنکا وغیرہ ممالک شامل ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ہند آج کا ہندوستان نہیں ہے، تنہا، اس لیے جب ہم غزوہ ہند کی بات کرتے ہیں تو ہم پورے برصغیر کی بات کر رہے ہیں۔

کیا غزوہ ہند ہندوستان پر حملہ ہے؟ نہیں

غزوہ ہند کے تصور کو عام طور پر مسلم اسکالرز اور اسلاموفوبیا کے حامیوں کی طرف سے، پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہندوستان میں ایک فوجی حملہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح اکثر ان انتہا پسند گروہوں کی طرف سے ایک جواز کے طور پر استعمال ہوتی ہے جو

تشدد کو بھڑکانا اور اپنے نظریے کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ کچھ انتہا پسند گروہوں نے اس اصطلاح کو بھارت کے خلاف دہشت گردانہ کارروائیوں کو جواز فراہم کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس تصور کی مرکزی دھارے کی اسلامی الہیات یا تاریخ میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تصور سینکڑوں سالوں سے موجود ہے۔

اس داستان کو کون آگے بڑھا رہا ہے؟

ہندوستان کی مضبوط عالمی موجودگی اور پاکستان کے معاشی طور پر کمزور پوزیشن میں ہونے کے پیش نظر پاکستان ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے مذہبی نقطہ نظر سے بعض عناصر کا استعمال کر رہا ہے۔ پاکستان بھارت کو کسی بھی پہلو سے چیلنج کرنے سے قاصر ہے اور نتیجتاً وہ غزوہ ہند کے تصور کو استعمال کر کے اس نظریے کی تشہیر کے لیے پاکستان کے بعض انتہا پسندوں کا سہارا لے رہے ہیں۔

ہم کہاں جا رہے ہیں؟

ایک غیر مسلم کی حیثیت سے، برطانیہ میں مغربی پرورش کے ساتھ اور فی الحال ہندوستان میں مقیم ہوں۔ یقین مانیے میں اس نظریے سے کبھی خوفزدہ نہیں ہوئی نہ مجھے کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس ہوا۔ میرے ساتھی زیادہ تر مسلم عقیدے سے تعلق رکھنے والے ہیں، یہ بالکل واضح ہے کہ زمینی حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے جو نیوز چینلز دیکھ کر محسوس ہوتا ہے۔

تاہم انگلینڈ میں اپنے قیام کے دوران میں نے مشاہدات کیا کہ امریکہ میں 9/11 کے دہشت گردانہ حملوں، مارچ 2004 میں میڈرڈ میں ہونے والے بم دھماکوں اور جولائی 2005 کے لندن میں ہونے والے بم دھماکوں کے بعد مغرب میں رہنے والے مسلمانوں

کے خلاف دشمنی پیدا ہوئی۔ 9/11 کے حملوں کے فوراً بعد مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز جرائم میں اضافہ ہوا۔ کوئی بھی شخص جسے مسلمان سمجھا جاتا تھا، چاہے وہ اصل میں مسلمان ہو، سکھ ہو، جنوبی ایشیائی ہو یا عرب ہو، وہ اچانک دہشت گردی کے چہرے سے جڑ گیا۔ اس غیر منصفانہ رویہ نے ان کمیونٹیز کو مغربی دنیا کا دشمن قرار دے کر ان کے اندر خوف پیدا کیا ہے۔

بدقسمتی سے، غزوہ ہند، ایک جعلی پروپیگنڈہ، نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے کسی بھی دوسرے مذہب کے مقابلے میں زیادہ مسائل میں اضافہ کیا۔ غزوہ ہند نے اسلام کی حقیقی انسانی اقدار اور وفادار ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوستان کے تئیں ان کی حب الوطنی کو خطرات سے دوچار کیا۔

میں طبعاً ایک حساس انسان واقع ہوئی ہوں۔ لہذا میں نے اس نظریے کے بارے میں مزید جاننے کے لیے گہری تحقیق کی اور مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ غزوہ ہند کا تصور آہستہ آہستہ دم توڑ رہا ہے اور اب اس کی مسلم مذہبی گفتگو میں کوئی مضبوط موجودگی نہیں ہے۔ 1990 کے عشرہ میں جس شدت کے ساتھ یہ ہندوستان میں رائج تھا اب اس میں خاطر خواہ انحطاط آیا ہے۔

ڈاکٹر روچیکا اروڑہ

ڈاکٹر روچیکا اروڑہ نے انگلینڈ سے اسلامی فن تعمیر میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ہندوستان اور انگلینڈ میں گزارا ہے۔ ہندوستان میں قیام کے دوران اسلامی فنون اور فن تعمیر میں ان کی دلچسپی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

ڈاکٹر حفیظ الرحمن

ہندوستان میں غزوۂ ہند کا پروپیگنڈہ

غزوہ ہند کیا ہے؟

غزوہ ہند سے مراد پاکستان کی جہادی تنظیموں کی نظر میں ہندوستان پر حتمی فتح حاصل کرنا ہے۔ اس سے اس خیال کی تشہیر ہوتی ہے کہ بعض احادیث میں ایک پیشن گوئی موجود ہے جس کی رُو سے ایک اسلامی لشکر برصغیر ہند و پاک پر حملہ کر کے اسے فتح کرے گا۔ پاکستانی انتہا پسند تنظیم لشکر طیبہ نے غزوہ ہند کی ''پیشن گوئی'' کی غلط تعبیر کرتے ہوئے اسے ایک ایسے منظر نامے کے طور پر پیش کیا ہے جہاں مسلم افواج ہندوستان پر غلبہ حاصل کرلیں گی اور ہندوستان کو ایک اسلامی ریاست میں تبدیل کردیں گی جو سراسر جھوٹا پروپیگنڈا اور بنیادی اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

درحقیقت غزوہ ہند والی حدیث ماہرین حدیث کی نظر میں یا تو ضعیف ہے اور یا اس کا

غلط استعمال کیا گیا ہے، جس کو صحاح ستہ میں سے صرف سنن نسائی اور اس کے علاوہ مسند احمد ابن حنبل میں ذکر کیا گیا ہے جبکہ صحاح ستہ کی دیگر پانچ کتابوں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی میں غزوہ ہند والی حدیث کا کوئی ذکر موجود نہیں اور نہ ہی اس حوالہ سے قرآن کی کوئی آیت موجود ہے۔ دراصل غزوہ ہند کا پروپیگنڈا بعض غیر مستند احادیث کی غلط تشریحات پر منحصر ہے جس کا معتبر اسلامی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ماضی میں بھی وقتاً فوقتاً غزوہ ہند کو ایک بے بنیاد پروپیگنڈہ قرار دیتے ہوئے اس کی بڑے پیمانے پر مذمت کی جاتی رہی ہے۔

غزوہ ہند کا نظریہ پاکستان اور کشمیر کے اندر بعض انتہا پسند تنظیموں کی جانب سے پھیلایا جانے والا ایک مہلک زہر ہے جس کی زد میں آکر کچھ کشمیری نوجوان بھی راہِ راست سے بھٹک گئے ہیں۔ اس خطرناک نظریہ کے حامل پاکستان میں حزب المجاہدین، لشکر طیبہ، جیش محمد، حرکت المجاہدین، حرکت الجہاد الاسلامی، حرکت الانصار، جمعیۃ الدعوہ، البدر افغان طالبان وغیرہ ہیں۔ جب کہ خود افغان طالبان بھی اس سے انکار کرتے ہیں۔

آیئے جائزہ لیتے ہیں ان احادیث کا جن کو غزوہ ہند کے سلسلہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ جمہور محدثین نے اس سلسلہ کی صرف دو احادیث کا ذکر کیا ہے۔ ایک حضرت ابو ہریرہؓ سے تین طرق سے مروی ہے اور اس کے تمام طرق ضعیف ہیں جبکہ دوسری حدیث حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے جس کو بعض محدثین نے صحیح تو بعض نے حسن قرار دیا ہے۔ لیکن وہ اس کی تشریح بیان کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ یہاں ''غزوہ'' سے مراد کوئی جہاد یا جنگ نہیں ہے بلکہ یہ مسلم تاجروں اور صوفیاء کی پہلی صدی ہجری میں ہندوستان میں وہ پُرامن آمد ہے جو گجرات، سندھ یا کیرالہ وغیرہ کے علاقوں میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہوئی اور انہوں نے اپنے اخلاق و کردار سے یہاں کے باشندوں کو متاثر کیا۔ جب کہ اکثر

محدثین حضرت ثوبانؓ سے مروی حدیث کو بھی ضعیف قرار دیتے ہیں کیونکہ اس روایت میں موجود دو راوی بقیہ بن ولید اور ابوبکر بن ولید زبیدی بھی ضعیف ہیں اس طرح ان دونوں احادیث کے ضعف کے امکانات زیادہ ہیں۔

احادیث کی تعداد کے متعلق امام احمد ابن حنبل کے قول کے مطابق صحیح احادیث کی کل تعداد ۴۴۰۰ ہے جبکہ امام ابوداؤد کے نزدیک یہ تعداد صرف ۴۰۰۰ ہی ہے۔ صحیح بخاری میں شامل کل احادیث کی تعداد ۹۰۸۶ ہے جس میں مکررات بھی شامل ہیں۔ اگر ان مکررات کو ہٹا دیا جائے تو یہ تعداد صرف ۲۷۶۱ ہی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم میں شامل کل احادیث کی تعداد ۷۵۶۳ ہے جس میں مکررات بھی شامل ہیں۔ اور اگر مکررات کو نکال دیا جائے تو یہ تعداد ۳۰۳۳ ہی رہ جاتی ہے۔ سنن ترمذی میں کل روایات کی تعداد ۳۰۵۴ ہے جبکہ سنن ابن ماجہ میں یہ تعداد ۴۳۴۱ ہے۔ گویا صحاح ستہ کے ان چار بڑے مجموعوں میں شامل احادیث (بغیر مکررات کے) کی کل تعداد ۴۴۰۰ کے اندر ہی ہے۔ اس سے امام احمد بن حنبل کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ کہنے میں کوئی تردد نہیں ہے کہ غزوہ ہند سے متعلق حدیث یا تو اموی دور کی ایجاد ہے یہ پھر دہشت پسند تنظیموں نے اپنے سیاسی عزائم کو حاصل کرنے کے لیے اس کو غلط طور پر پیش کیا ہے۔

غزوہ ہند کی حدیث کے بارے میں مستند علماء کی رائے:

متنوع اسلامی مکاتب فکر کی نمائندگی کرنے والے علماء نے غزوہ ہند کی حدیث کی معتبریت کو مسترد کر دیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ غزوہ ہند کا تصور اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔ مذہب اور تاریخی واقعات سے متعلق موضوعات پر بات کرتے وقت ایسی حکایات کا گہرا تجزیہ کرنا اور معتبر ذرائع پر انحصار کرنا ضروری ہے۔

اس پیشن گوئی کو خلفاء راشدین یا اہل بیت نے کبھی بھی اپنی تعلیمات کا کوئی جزو نہیں

بنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان موجود ہے کہ میرے بعد 30 سال تک ہی خلافت یعنی اسلامی نظام حکومت رہے گا اور اس کے بعد ملوکیت (Monarchy) یعنی خاندانی نظام حکومت آجائے گا۔ اس لئے بنی امیہ کا دورِ حکومت ہو یا بنی عباس کا، سلطنت عثمانیہ ہو یا مغلیہ دورِ حکومت، ان کے عمل کو اسلامی عمل یا ان کی حکومت کو اسلامی خلافت نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ یہ سب کی سب ملوکیت (Monarchical States) رہی ہیں جنہوں نے دنیاوی طریقہ سے حکومتیں حاصل کرنے کے لئے طاقت کا استعمال کیا۔

بیسویں صدی کے معروف حدیث اسکالر علامہ ناصر الدین البانیؒ کی علمی ذہانت نے انہیں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کا باریک بینی سے جائزہ لینے پر آمادہ کیا اور انہوں نے اس حدیث میں موجود ان موروثی خامیوں کی نشاندہی کی جنہوں نے اس حدیث کی ساکھ کو مجروح کیا مگر انہوں نے حضرت ثوبانؓ کی حدیث کو صحیح ٹھہرایا ہے۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کو صحیح ماننے کی صورت میں بھی ہر پہلو سے یہ ماننا لازم آتا ہے کہ اس کی تعبیر و تشریح غلط کی گئی ہے (البانیؒ کے نزدیک اس سے مراد پہلی صدی ہجری میں مسلم تاجروں کی ہندوستان میں وہ پُرامن آمد ہے جو گجرات، سندھ یا کیرالہ وغیرہ کے علاقوں میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہوئی)۔ جبکہ جنوب مشرقی ایشیا میں ملیشیاء سے تعلق رکھنے والے ایک معروف اسلامک اسکالر شیخ عمران حسین اس نقطہ نظر کے حامل ہیں کہ غزوہ ہند سے متعلق احادیث سند سے خالی ہیں اور ان کو صحیح ماننے کی صورت میں پاکستان کو پہلے خود اپنے آپ پر حملہ کرنا پڑے گا جو غیر عقلی بات ہے۔

مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے معتدل علماء غزوہ ہند کی حدیث کے قائل نہیں ہیں۔ ان مخصوص احادیث کو شیعہ مکتب فکر کی کتب حدیث میں کوئی جگہ نہیں ملی ہے۔ علمائے ایران و عراق چاہے وہ خامنہ ای صاحب کے پیروکار ہوں یا سیستانی صاحب

کے پیروکار ہوں سب یک زبان ہو کر اس حدیث کو رد کرتے ہیں۔ فقہ جعفریہ سے تعلق رکھنے والی کتب میں غزوہ ہند سے متعلق احادیث ندارد ہیں۔ اسی طرح اہلحدیث علماء ان احادیث کو ضعیف اور نا قابل اعتبار سند کی حامل سمجھتے ہیں۔ الغرض علماء عرب و عجم اور علماء مصر و ہند غزوہ ہند والی احادیث کی تصدیق نہیں کرتے۔ برصغیر ہند و پاک میں بھی معاصر سنی اور شیعہ دونوں ہی علماء کی اکثریت غزوہ ہند کی حدیث کا انکار کرتی ہے۔ خود پاکستان کے معروف اسلامی اسکالر ڈاکٹر جاوید احمد غامدی اور ہندوستان میں مولانا وحید الدین خان جیسے اسلامی مفکر بھی غزوہ ہند کے تصور کو خارج کرتے رہے ہیں۔

ہندوستان میں تقریباً چھ سو سالہ مسلم دور حکومت میں بھی مسلم حکمرانوں یا اس دور کے علماء نے غزوہ ہند کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ پوری تاریخ اسلام میں، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، ابتدائی اسلامی علماء، یا صوفیاء کے دور سے کوئی بھی قابل اعتماد ماخذ غزوہ ہند کے تصور کے وجود کی توثیق نہیں کرتا ہے۔ ہندوستان میں علم حدیث کو متعارف کرانے والے شیخ عبدالحق محدث دہلوی یا ان کے پیروکار علماء کی تصنیفات میں بھی غزوہ ہند کی حدیث کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

یہاں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ''غزوہ'' کے اصطلاحی معنیٰ وہ جنگ ہے جس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی لشکر کی عملی طور پر قیادت فرمائی اور فتح سے ہمکنار فرمایا۔ تاہم یہ ضروری نہیں کہ ہر غزوہ میں خون خرابہ ہی ہو۔ مثال کے طور پر غزوہ خندق اور غزوہ تبوک دونوں ہی غزوات میں اسلامی لشکر کو بغیر کسی جنگ کے ہی فتح حاصل ہوئی۔ عربی زبان میں ''غزوہ'' کے کئی لُغوی معنیٰ ہیں جن میں نیک تعلیمات اور تعمیری اصولوں کی نشر و اشاعت بھی شامل ہے۔

غزوہ ہند بیانیہ کو پاکستانی انتہا پسند تنظیموں کی طرف سے اپنے سیاسی عزائم کو آگے

بڑھانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ 1971 میں پاکستان کی فوجی شکست اور بنگلہ دیش کے قیام کے بعد وہاں کی انتہا پسند تنظیموں نے پاکستانی حکومت کی سیاسی سرپرستی میں ہندوستانی سرحد پر عدم استحکام پیدا کرنے اور کشمیر میں جہاد کے نام پر نوجوانوں کو اکسانے کے لیے 80 کی دہائی میں غزوہ ہند کے پروپیگنڈہ کو پورے زور وشور سے اٹھانا شروع کیا۔

غزوہ ہند کے گمراہ کن اور خطرناک پروپیگنڈہ نے ہندوستان میں آباد دوسری بڑی اکثریت یعنی ہندوستانی مسلمانوں کی حب الوطنی کو ایک مخصوص طبقے کی نظر میں مشکوک بنا دیا ہے جو ہمارے ملک، ملت اور قومی وملکی سلامتی کے لیے ایک خطرناک تصور ہے۔ انتہا پسند تنظیموں کا جہاد اور غزوہ ہند کے نام پر ہندوستان کے اندر فوج جمع کرنے کا تصور، جس کا دعویٰ ابھی تک ثابت نہیں ہوا، صورتحال کو مزید خراب کرتا ہے۔ اس بے بنیاد پروپیگنڈے کے پھیلاؤ کی وجہ سے بہت سے مسلم نوجوانوں کو ملازمتوں سے محرومی اور کاروباری دھچکوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ پروپیگنڈہ بڑی حد تک بے لگام ہو چکا ہے۔ اس کے نتیجے میں، مسلم کمیونٹی کے خلاف نفرت اور تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے جس کی مثال ایک حالیہ واقعہ میں ٹرین کے سفر کے دوران تین مسلمانوں کو گولی مار کر ہلاک کر دینا ہے۔ غزوہ ہند کی وکالت کرنے والوں نے سب سے زیادہ نقصان خود ہندوستانی مسلمانوں کو پہنچایا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہندوستان کی تعریف کی ہے اور یہاں سے ٹھنڈی ہوائیں آنے کا ذکر کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات واضح طور پر جارحانہ جنگ یا درپردہ جنگ (Proxy War) اور خودکش بمباری جیسے اقدامات کو غیر اسلامی اور غیر انسانی ٹھہراتی ہیں۔ چنانچہ غزوہ ہند کا من گھڑت تصور اسلامی اقدار اور اخلاقیات کے منافی ہے۔ اس وقت مسلمانان ہند اپنے آپ کو محتاط انداز میں چلتے ہوئے پاتے ہیں جو صراط مستقیم، فراست ایمانی اور حب الوطنی کا تقاضہ ہے۔ لہٰذا تمام مکاتب فکر کے علماء، ائمہ، سجادگان، مسلم قائدین اور ہندوستان کی اکثریت

سے تعلق رکھنے والے سیاسی وسماجی مفکرین کی یہ دینی، ملّی وقومی ذمہ داری ہے کہ وہ یک زبان ہوکر اس پروپیگنڈہ کو عملی، فکری، لسانی اور قلمی اعتبار سے ختم کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری قومی ہم آہنگی اور سلامتی کو یقینی بنایا جا سکے۔

ڈاکٹر حفیظ الرحمن

ڈاکٹر حفیظ الرحمن ایک اسلامی اسکالر، مصنف، کالم نگار، معروف خطیب اور خسرو فاؤنڈیشن نئی دہلی کے کنوینر ہیں۔ انہوں نے جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی سے فارسی ادب میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

خسرو فاؤنڈیشن

ایک نئی پہل

ہندوستان، جنت نشان جس نازک دور سے گزر رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہندوستان جو مذہبی، لسانی اور تہذیبی تکثیریت کا ملک ہے اور کثرت میں وحدت سے جس کی پہچان ہوتی ہے اور اس عظیم ملک کی تاریخ کا ہر دور انسان دوستی کی مثالوں سے بھرا ہوا ہے، جس میں شکتی اور شانتی بھکتوں کے گیتوں کا نتیجہ ہے اور ہندوستان ہمیشہ اس بات کا گواہ رہا ہے کہ دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے۔

پتہ نہیں ہندوستان کو کس کی نظر لگ گئی کہ سماجی قربتیں، فاصلوں میں بدلنے لگیں ہیں۔ اس دیس کے باسیوں کی بڑی تعداد اگرچہ آج بھی اس عدم اتفاق اور تفریق کا حصہ بننے کو تیار نہیں لیکن غالب ترین اکثریت بھی اگر خاموش رہے تو وہ اس کے وجود کو عدم میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اب زیادہ تر لوگ اپنی ذات کے گرد طواف کر رہے ہیں۔ غم زمانہ کی جگہ دردِ تنہا سے دو چار ہیں اور وہ انسان جو کبھی ضمیرِ دشت و دریا تھا آج اسیرِ آشیانہ بنا ہوا

ہے۔ زخموں کے تاجر، نفرتوں کے بیوپاری، دہشت و وحشت کے کاروباری ہندوستانی سماج کو اپنی دانست میں چھن بھن کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا نہیں رہا جا سکتا اور اس لئے ضروری ہے کہ ایک بار پھر ان تمام علامتوں کو زندہ کیا جائے جو ''محبتوں کی گاتھا'' اور ''پریم کے ڈھائی اکچھر'' سے لوگوں کو ایک دوسرے سے جوڑے رہے جن کے نزدیک مادرِ وطن، وہاں پیدا اور بسنے والے، اس کے دریاؤں کا پانی پینے والے، اس کے کھیتوں میں پیدا ہونے والے رزق سے اپنی بھوک مٹانے والوں کو پھر اس بات کا احساس دلایا جائے کہ ان کا مذہب، زبان اور علاقہ کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن ماں اور ماٹی سے ان کا رشتہ اس دنیا کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے رب کی مرضی کا نتیجہ ہے اور جس میں رب راضی اس میں سب راضی رہیں، تو ہی بہتری اور بھلائی ہے۔

ہندوستان میں ایک دوسرے کو جوڑنے والوں کا اگر ذکر کیا جائے تو ان کے نام اور کام گنانے میں کوئی دیر نہ لگے گی لیکن اگر ایک دوسرے کو ایک دوسرے سے الگ کرنے والوں اور بانٹنے والوں کے نام کسی سے پوچھے جائیں تو اسے ان کے نام یاد کرنے اور بتانے میں بڑی مشکل آئے گی۔

اس سب کے باوجود آج پھر یہ دوریاں، یہ ٹکراؤ اور یہ تشدد بار بار کیوں دیکھنے کو مل رہا ہے؟ اس کا سیدھا سادھا جواب یہی ہے کہ ہم نے انہیں بھلا دیا ہے جنہیں ہمیں یاد رکھنا چاہیے۔ دیوی دیوتاؤں، پیغمبروں، پیروں اور رشیوں مُنیوں کے تیاگ، تپسّیا، سمرپن اور سیوا بھاؤ کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کے سندیش اور اپدیش ایک دفعہ پھر لوگوں تک پہنچائے جائیں۔

یہی وہ سوچ اور فکرمندی ہے جس کے تحت ''خسرو فاؤنڈیشن'' کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ حضرت امیر خسرو ہندوستان کے عہدِ وسطیٰ کی وہ محبوب، دلنواز اور ہمہ گیر شخصیت ہیں جنہیں صدیاں گزر جانے کے باوجود یاد رکھا گیا اور ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ وہ بیک وقت صوفی بھی تھے اور سپاہی بھی، وہ شاعر بھی تھے اور ماہرِ موسیقی بھی، وہ مؤرخ بھی تھے اور تاریخ ساز

بھی۔غرض ان کی شخصیت کی عبقریت نے ان کو گوں نا گوں صفات کا حامل اور ہمہ جہت پہلوؤں سے اس طرح متصف کیا کہ عہد وسطیٰ کی ہندوستانی تاریخ میں بڑے بڑے ناميوں کے نشان مٹ گئے لیکن جب سے آج تک نہ صرف ہماری تاریخ کے جز بلکہ انسانی ذہنوں میں زندہ وتابندہ ہیں۔مسرت کے لمحے ہوں یا یاس وغم کی گھڑیاں،خسرو کا نام اور کلام ہمہ وقت اپنی جاذبیت اور آفاقیت کے اعتبار سے ہمارے ساتھ ہے۔

اس گتھی کو تو ماہرینِ نفسیات ہی سلجھا سکتے ہیں کہ خسرو نے کس طرح حال وقال، جنگ وجدل،سوز وساز، خانقاہ اور دربار کے درمیان توازن برقرار رکھا۔ یہ اس لیے بھی اہم ہیں کہ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ انہوں نے یہ توازن اپنی شخصیت کے کھرے پن کے ساتھ قائم کیا تھا۔ان کی ہر وابستگی اور ہر رول کھلی کتاب کی طرح سب پر عیاں تھا اور اس کھلے پن کے تعلقات کے باوجود زندگی بھر کامیاب رہے۔صدق بہ تدبّر کی مثالیں امیر خسرو کی شخصیت کو ہمارے لئے اور بھی آئیڈیل بناتی ہیں۔

اس ''ترک نژاد'' کی وطن دوستی نہ صرف مثالی، بلکہ قابلِ رشک بھی ہے۔خسرو کے نزدیک یہ سرزمینِ ہند،عدن کی جنت، یہاں کے لوگ ہر رنگ میں انہیں عزیز، یہاں کے درباروں کے آگے ایران،توران،خراسان کے دربار ہیچ۔ یہاں کے لوگ ہر صنعت،علم وادب کی ہر شاخ،فنونِ لطیفہ کے ہر میدان اور عسکری تربیت کے ہر انداز میں ''بے نظیر'' اہلِ ہند کا توحیدی مسلک انہیں باوجود ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کے عزیز ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ وہ (یعنی اہلِ ہند) ہمارے جیسا دین نہیں رکھتے، مگر ان کے اکثر عقیدے ہمارے جیسے ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہندوستان، ہندوستان کی ہر روایت چاہے وہ مذہبی ہو چاہے تہذیبی،ثقافتی ہو یا لسانی،علمی ہو یا ادبی،اس کو خسرو کی طرح دیکھیں،اپنائیں، اس پر صدقے اور واری جائیں۔خسرو جن کی ماں ہندی اور باپ ترک تھے،ایسے ہندوستانی ہیں جو ہندوستان کی عظمت کے ترانے ہی نہیں گاتے بلکہ وہ اپنے آپ کو اس مٹی کا اس طرح

حصہ بن جانا چاہتے ہیں جیسے یہ مٹی ہی سب کچھ ہو اور جس سے تعلق اور محبت کو الطاف حسین حالیؔ نے یوں بیان کیا کہ:

تیری اک مشت خاک کے بدلے
لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے

خسرو فاؤنڈیشن وطن دوستی، انسان دوستی، فطرت سے ہم آہنگی، ہر طرح کی تفریق چاہے وہ فرقہ وارانہ ہو یا جنسی سب سے اوپر اٹھ کر محبت کو عام کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے کہ بقول شیخ ابراہیم ذوقؔ:

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے